باسمہ تعالیٰ

شمارہ نمبر 7

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝

دسمبر 2022ء

مجلّہ

﴿شاد باد و شاد زی اے سر زمین دیوبند﴾ ﴿ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند﴾

مدیر اعلیٰ

مولانا خیر الامین قاسمی حفظہ اللہ

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

واٹس ایپ رابطہ نمبر: 03428970409

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد | یا اللہ مدد | عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ باد

بفیضان

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ
سلطان المحققین مفکرِ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

مجلّہ

راہِ ہدایت

پشاور

بیاد

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ
قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ
ترجمانِ مسلک دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ
مناظر اسلام حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ
مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

متکلم اسلام حضرت مولانا مفتی سجاد الحجابی دامت برکاتہم
مناظر اسلام مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی دامت برکاتہم
مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی مدظلہ العالی
محقق اہلسنت حضرت مولانا مفتی رب نواز حنفی حفظہ اللہ
مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی نجیب اللہ عمر حفظہ اللہ

مجلسِ مشاورت

حضرت مفتی محمد وقاص رفیع صاحب
حضرت مولانا مفتی محمد طلحہ صاحب
حضرت مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب
حضرت مولانا عبدالرحمٰن عابد صاحب
حضرت مولانا محمد محسن طارق صاحب

مدیر اعلیٰ

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی صاحب

فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال

۱۸ نومبر ۲۰۲۲ء کو مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع صاحب مہتمم دارلعلوم کراچی کا انتقال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کی کامل مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ بلاشبہ امت مسلمہ کا عظیم سرمایہ سپرد خاک کیا گیا۔ اور یہ قیامت کی نشانیوں میں سے بھی ایک نشانی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ کہ قیامت کے قریب علم اٹھایا جائے گا جس کی صورت یہ ہو گی کہ اساطین علم قبض ہوں گے۔ مفتی محمد رفیع صاحب رحمہ اللہ صرف ملک پاکستان کے نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کے ایک عظیم اور بڑے عالم تھے۔ ہمارے اسلاف اور اکابرین دیوبند کی نشانی تھے۔ مفتی اعظم پاکستان صاحب معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کے بیٹے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے بڑے بھائی تھے اور مفتی شفیع رحمہ اللہ کے بعد دارالعلوم کراچی کے مہتمم اور شیخ الحدیث کے منصب پر بھی فائز تھے۔ پوری دنیا میں حضرت رحمہ اللہ کے تلامذہ موجود ہیں اور ان کے لیے ایصالِ ثواب کا ایک ذریعہ ہیں۔

حضرت اقدس کی پیدائش دیوبند میں ہوئی اور جب الف باء تا شروع کرنے کی باری آئی تو دارالعلوم دیوبند کی دار افتاء درسگاہ بنی اور استاد اس وقت کے دیوبند کے صدر مفتی اور ان کے والد محترم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے افتتاح کی۔ اور یوں علم دین کا سفر اس عظیم استاد اور عظیم یونیورسٹی سے شروع کیا۔ اور پرسوں اس صبح کی شام ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کے قرب اور جوار میں پہنچ گئے۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف اور فتویٰ و افتاء کے زریعے دین اسلام کی وہ خدمت کی ہے کہ تا قیامت یاد رہے گی۔

علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے اس چمن میں دیدہ ور پیدا

اور گویا کہ حضرت اقدس رحمہ اللہ درجہ ذیل اشعار کے مصداق تھے کہ

مضت الدھور و ما اتین بمثلہ

ولقد اتی فعجزن عن نظرایہ

حضرت اقدس رحمہ اللہ کے چند تصنیفات کے اسماء درجہ ذیل ہیں۔

1)__ دین وشریعت کے بنیادی فقہی اصول وضوابط
2)__ اصلاحی تقریریں۔
3)__ علم الصیغۃ معرب
4)__ کام چوری اللہ کی ایک عذاب
5)__ قصص معارف القرآن
6)__ فتاوی دارالعلوم کراچی
7)__ انبیاء کی سرزمین میں (تین ملکوں کا سفر نامہ)
8)__ آدم علیہ السلام سے محمد علیہ السلام تک
9)__ فقہ میں اجماع کا مقام
10)__ حیات مفتی اعظم
11)__ یہ تیرے پراسرار بندے
12)__ اختلاف رحمت ہے فرقہ بندی حرام ہے۔
13)__ نوادر الفقہ
14)__ دو قومی نظریہ جس پر پاکستان بنا
15)__ اسلام میں غلامی کا تصور
16)__ سنت کا مقام اور فتنہ انکار حدیث
17)__ عقیدہ ختم نبوت اور اس کا تحفظ
18)__ علامات قیامت اور نزول مسیح علیہ السلام
19)__ تاریخ کے دریچوں میں
20)__ میرے مرشد حضرت عارفی
21)__ کتابت حدیث
22)__ دروس مسلم
23)__ یورپ کے تین معاشی نظام
24)__ حج رفیق اردو
25)_ مسلک دیوبند کسی فرقے کا نام نہیں اتباع سنت کا نام ہے
26)__ اسلام کا نظام اراضی
27)__ حاجیوں کو چند نصیحتیں
28)__ مفتی بننا اسان نہیں
29)__ عورت کی سربراہی کی شرعی حیثیت
30)__ جنت کا آسان راستہ۔

تصنیف و تالیف کے علاوہ حضرت اقدس رحمہ اللہ کا سلوک واحسان کے اس عظیم شجرہ سے تعلق تھا جنہوں نے پوری دنیا میں ہدایت پھیلایا ہے یعنی سلسلہ تھانوی رحمہ اللہ۔ حضرت رحمہ اللہ ایک واسطے سے حضرت حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مرید باصفا تھے اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اجل خلیفہ حضرت عارفی رحمہ اللہ کے مجاز تھے۔ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سلوک کا جو اصل سبق تھا فنائیت ۔۔ اس پر پختگی کے ساتھ عامل تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔
مولانا زاہد الراشدی صاحب حضرت مفتی رفیع صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"مفتی (محمد رفیع عثمانی) صاحب نے فرمایا کہ آج کل ہر ایک کو یہ فکر ہے کہ وہ بڑا کہلائے اور بڑا بن جائے جبکہ ہمارے اکابر میں یہ رجحان نہیں تھا۔ ان میں بڑے بڑے القاب اور بھاری بھر کم خطابات کا معمول بھی نہیں تھا، کسی کی بہت زیادہ تعریف کی جاتی تو کہا جاتا کہ یہ بڑے مولوی صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک بار کوئی تانگے والا مدرسہ دیوبند میں آیا اور حضرت شیخ الہندؒ سے پوچھا کہ یہاں بڑے مولوی صاحب کون ہیں؟ اس وقت مدرسے میں بڑے مولوی صاحب وہی تھے لیکن انہوں نے ایک اور بزرگ کی طرف اشارہ کر دیا کہ بڑے مولوی صاحب وہ بیٹھے ہیں۔ ان سے پوچھا تو انہوں نے کسی اور بزرگ کی طرف اشارہ کر دیایٰ کہ بات چلتے چلتے پھر حضرت شیخ الہندؒ تک پہنچ گئی۔ وہ خود کو چھوٹا اور دوسروں کو بڑا سمجھتے تھے اس لیے سب بڑے تھے۔ لیکن آج دوسروں کو چھوٹا اور خود کو بڑا سمجھنے کا ذوق ہے، اس لیے سب چھوٹے ہیں اور بڑا پن کم کم ہی دکھائی دیتا ہے۔ میں آپ حضرات سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج ہم دیوبند کا نام تو لیتے ہیں مگر دیوبندی مسلک ہماری نظروں سے اوجھل ہوتا جارہا ہے۔ دیوبندیت پس منظر میں جارہی ہے، آج ہم دیوبندیت کے نام پر جو کچھ کرتے ہیں اور ہمارے ہاں جو کچھ ہونے لگا ہے اس میں دیوبند کا اصل ذوق اور مسلک گم ہوتا جارہا ہے۔

ہمارے بزرگوں میں ایک بڑی خوبی فنائیت کی تھی، وہ فنا فی اللہ تھے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے جب حضرت تھانویؒ کی بیعت کی تو علامہ اقبال مرحوم نے انہیں خط لکھا کہ آپ تو خود بہت بڑے عالم ہیں، آپ نے یہ کیا کیا؟ سید سلیمان ندویؒ نے جواب دیا کہ میں نے تو اپنا قبلہ درست کر لیا ہے آپ بھی اپنا قبلہ درست کر لیں تو بہتر ہے۔ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ جب میں تھانہ بھون کچھ دن رہ کر رخصت ہونے لگا تو حکیم الامت تھانویؒ نے آخری نصیحت کے طور پر انگلی میرے سینے پر رکھ کر فرمایا کہ ہمارے پاس تو ایک ہی چیز ہے "فنائیت" خود کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے فنا کر دینا۔ مگر آج فنائیت کا یہ جذبہ ہم سے کم ہوتا جارہا ہے."

از قلم: حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب

(روزنامہ اسلام، لاہور۔ ۵ دسمبر ۲۰۱۱ء)۔

حضرت رحمہ اللہ کی وفات سے پورا عالَم یتیم ہو گیا اور حدیث پاک میں جو ارشاد ہے کہ موت العالِم موت العالَم اس کا نظارہ آنکھوں سے کر دیا۔ بعض لوگ حضرت اقدس رحمہ اللہ کے جنازہ میں تاخیر پر چہ مگوئیاں کرتے ہیں۔ دارالعلوم کراچی کے ایک متخصص نے اس حوالہ سے بہت خوب فقہی حوالجات جمع کئے ہیں جس سے بیمار دلوں کو تسکین ملتا ہے ذیل میں ملاحظہ کریں۔

مفتی رفیع عثمانی صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ کا نمازِ جنازہ اور عوام کا اعتراض

تمام مسلمان عوام ہوں یا علماء دنیا میں سب برابر ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں کس کا مرتبہ اونچا ہے یہ آخرت میں معلوم ہو گا۔ البتہ عوام کو اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ علماء ان سے علمی اعتبار سے برتری رکھتے ہیں، اس لیے اعتراض کے بجائے استفسار کرنے کو فوقیت دینی چاہئے۔

جب سے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا یہ ٹویٹ شائع ہوا ہے کہ بروز اتوار ۹ حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب قدس سرہ کا نماز جنازہ ہو گا، تو عوام نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک سطحی سمجھ کے ساتھ عصر حاضر کے ایک مایہ ناز فقیہ پر چڑھ دوڑے کہ: ہمیں تو کہتے ہیں جلدی جنازہ کرو اور خود دو دن کے بعد جنازہ کر رہے ہیں!

تو خوب سمجھ لیجئے کہ جنازے میں جلدی کرنا مسنون اور مستحب ہے اور اگر میت میں تغیر ہو رہا ہو (نعش پھول رہی ہو یا پھٹ رہی ہو یا بیماری کی وجہ سے رنگت خراب ہو رہی ہو) تو واجب ہے، کیونکہ اس میں میت کی بے حرمتی کا پہلو ہے، اور بلاوجہ جنازے میں تاخیر کرنا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ البتہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے نزدیک اگر ولی موجود نہ ہو اور اس کو وفات کی خبر پہنچ جائے، نیز اس کا عنقریب پہنچنا بھی یقینی ہو، تو جنازے کی تاخیر میں حرج نہیں۔

مولانا زبیر اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم اس وقت برطانیہ کے شہر لندن میں تھے جب ان کو اس سانحہ کی خبر موصول ہوئی۔ لہٰذا ان کی آمد متوقع ہونے کی وجہ سے جنازہ مؤخر کر دیا گیا۔ لوگوں سے گزارش ہے کہ افراتفری سے گریز کریں اور حسب توفیق مفتی رفیع عثمانی صاحب قدس سرہ کے لیے ایصال ثواب کر لیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عوام کے اطمینان کے لیے چند حوالہ جات بمعہ ترجمہ نقل کر دیئے ہیں۔ ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

علامہ مناویؒ نے لکھا ہے:

فاذا حضرت للمصلی لا تؤخر لزیادۃ المصلی و لا غیرہ للأمر بالاسراع بھا، نعم ینبغی انتظار الولی إن لم یخف تغیرہ.(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ۴۰۹/۳)

"جنازہ قبرستان پہنچ جائے تو نمازیوں کی تعداد میں اضافہ کے مقصد سے نمازِ جنازہ میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، اس لیے کہ جنازہ کو تدفین کے لیے جلدی لے جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہاں، ولی کا انتظار کر لینا مناسب ہے، اگر نعش میں تغیر پیدا ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔"

شافعی فقیہ علامہ رملیؒ نے لکھا ہے:

و لا بأس بانتظار الولی اذا رجی حضورہ عن قرب و أمن من التغیر (نھایۃ المنھاج)

"ولی کا انتظار کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر امید ہو کہ وہ جلد آ جائے گا اور نعش تغیر سے محفوظ رہے".

اور حنبلی فقیہ شیخ نجم الدین الحرانیؒ نے لکھا ہے:

"و یجوز التأنی قدر مایجتمع لہ الناس من أقاربہ و أصحابہ و غیرھم، مالم یشق علیھم أو یخف علیہ الفساد" (الرعایۃ الکبری)

تدفین میں اتنی دیر تاخیر کرنی جائز ہے کہ میت کے اعزّا و اقربا، دوست احباب اور دیگر لوگ اکٹھا ہو جائیں، اگر انھیں زحمت نہ ہو اور نعش میں فساد پیدا ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔

محمد فائق

(فاضل و متخصص جامعہ دار العلوم کراچی)

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ کے بال بال مغفرت فرمائے۔ مجلہ راہِ ہدایت کے جملہ اراکین حضرت اقدس رحمہ اللہ کے پسماندگان اور خصوصاً شیخ الاسلام حضرت تقی عثمانی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ تعزیت میں شریک ہیں۔

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

معالم العرفان فی دروس القرآن سے ماخوذ　　　　انتخاب طاہر گل دیوبندی

مفسر قرآن حضرت مولانا عبد الحمید سواتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی تبلیغی جماعت کی اہمیت

- مفسر قرآن حضرت مولانا عبد الحمید سواتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سورۃ نمبر 6 الأنعام آیت نمبر 19 کی تفسیر میں فرماتے ہیں

تبلیغ دین میں مشکلات

اس وقت صرف تبلیغی جماعت ہے جو تبلیغ دین کے سلسلہ میں اپنی اصلاح کی کوشش کر رہی ہے۔ چونکہ خود اپنے بگڑ چکے ہیں۔ لہٰذا اولاً اصلاح کی کوشش کر رہی ہے۔ چونکہ خود اپنے بگڑ چکے ہیں۔ لہٰذا اولاً ان کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ مگر اس محاذ پر بھی جماعت کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بڑے بڑے مصائب برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ گزشتہ سال کی بات ہے کہ تبلیغ کے لئے جماعت ادھر پہاڑی علاقے میں گئی کسی بستی میں رات کو قیام کرنا چاہا تو اہل بستی نے ٹھہرانے سے انکار کر دیا' بلکہ اسی وقت وہاں سے چلے جانے کے لئے کہا انہوں نے رات کے وقت تین چار میل دور دوسری بستی میں جا کر قیام کیا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جو جماعت تبلیغ دین کا اہم فریضہ انجام دے رہی ہے اس کے خلاف اہل بدعت' شرک اور رسومی لوگ زہریلا پراپیگنڈا کرتے ہیں کہ یہ وہابی ہیں بے دین ہیں جو تمہیں بھی بے دین بنا دیں گے۔ ایسے مراحل تو درمیان میں آتے رہتے ہیں' ان سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ اپنا پروگرام جاری رکھنا چاہئے' جو لوگ نیکی کی طرف دعوت دینے والوں کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں' انہیں بھی اس ظلم کا بدلہ چکانا ہوگا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خود کلمہ پڑھنے والوں کا حال یہ ہے کہ جو کام خود ان کے ذمہ تھا' اس کو انجام دینے میں بھی رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ جب یہ اپنی اصلاح کرنے کے لئے تیار نہیں تو دوسروں کی اصلاح کا بیڑا کون اٹھائے گا؟

- سورۃ نمبر 6 الأنعام آیت نمبر 87 کی تفسیر میں فرماتے ہیں

آج کے مسلمان کی ذلت کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس نے دین کے کام کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ تبلیغی جماعت والے کسی حد تک اسلام کا پیغام دنیا میں پہنچا رہے ہیں۔ مگر ان کے ذریعے ایک فیصد سے زیادہ کام نہیں ہو رہا ہے۔ باقی ۹۹ فیصد کام کون کرے گا؟ اسلام جس قربانی کا تقاضا کرتا ہے' وہ مسلمانوں میں مفقود ہو چکی ہے۔ آج مسلمانوں کی ساری توانایاں فسق و فجور پھیلانے پر صرف ہو رہی ہیں۔ اقتدار کے حصول کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ تمام کوششیں امریکہ روس اور چین کی خوشنودی کے لئے کی جا رہی ہیں۔ عیاشی' فحاشی اور کھیل تماشے میں مگن ہیں۔ کھیلوں کی وزارتیں بن چکی ہیں۔ کھیل کی ٹیمیں غیر ممالک میں بھیجنے پر کثیر رقوم خرچ کی جاتی ہیں مگر اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے ملک پاکستان میں اسلام کے نام کے سوا کچھ نہیں ہو رہا۔ کمیٹیاں بن جاتی ہیں' سیمینار ہوتے ہیں مگر عملی طور پر ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھتے۔ یاد رکھو اگر تم دین کا بیڑا نہیں اٹھاؤ گے' تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسروں کو کھڑا کر دے گا۔ علامہ اقبال مرحوم کہا کرتے تھے' مسلمانو! جب تم نے دین کا دامن چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے سکھوں میں سے ایک آدمی کھڑا کر دیا جس نے دین کی ڈولتی ہوئی کشتی کو سہارا دیا۔ مولانا احمد علی لاہوری کے والد سکھ ہی تو تھے۔ آپ نے پانچ سو علماء کو قرآن پاک کی تفسیر پڑھائی۔ مولانا عبید اللہ سندھی کا باپ بھی سکھ تھا۔ وہ ہمارے استاد الاساتذہ ہیں' جنہوں نے ہمیں قرآن و حدیث کی تعلیم دی مگر مسلمان کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے دین سے کیوں اعراض کیا ہے۔ دین تو بہر حال زندہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ یہ کام کسی دوسری ہستی سے لے لے گا۔ مگر ہماری تذلیل ضرور ہو گی۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر یہ مکہ والے دین کا انکار کریں گے تو ہم ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئیں گے جو آگے بڑھ کر اس کا دامن تھام لیں گے۔

- سورۃ نمبر 7 الأعراف آیت نمبر 8 کی تفسیر میں فرماتے ہیں

اقامت دین

اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ ضرورت اقامت دین کی ہے آج دنیا کی کل پانچ ارب کی آبادی میں سے چار ارب مخلوق ایمان کی پیاسی ہے مگر ان تک ایمان پہنچانے والا کوئی نہیں نہ کوئی خرچ کرتا ہے اور نہ محنت کرتا ہے اتنا بڑا کام ان دو چیزوں کے بغیر کیسے ہو سکتا ہے اگر مسلمانوں کے

مال و دولت کا رخ ایمان کے ملاشیوں کی آبیاری کی طرف ہو جائے تو یہ مال کا بڑا اعلیٰ و ارفع مصرف ہے اللہ تعالیٰ نے یہ مال ذاتی عیش و عشرت اور رسومات باطلہ کے فروغ کے لیے نہیں دیا بلکہ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے عنایت کیا ہے غیر مسلم اقوام میں تبلیغ دین کی سخت ضرورت ہے جس کے لیے مال اور وقت درکار ہے تبلیغی جماعت والے جو کچھ کر رہے ہیں یہ تو کل ضرورت کا ایک فیصد بھی نہیں ہے اگرچہ یہ بھی غنیمت ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ باقی 99 فیصدی کام کون کرے گا؟ آپ ذرا حساب لگا کر دیکھیں کہ کل دولت کا کتنے فیصد اقامت دین کے لیے خرچ ہو رہا ہے جواب صفر آئے گا یہ دین تو بالکل برحق ہے اور اللہ تعالیٰ اسے قائم بھی رکھے گا مگر ہم اپنی ذمہ داری کس حد تک پوری کر رہے ہیں کچھ غریب غربا لوگ اور علمائے حق ہر دور میں موجود رہے ہیں جو حتی الامکان کام کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے مگر اس معاملہ میں اجتماعیت بالکل ختم ہو کر رہ گئی ہے پوری دنیا کے مسلمان روبہ زوال میں اور ذلت کے کام انجام دے رہے ہیں مسلمان حکمران بھی عیش و عشرت میں پڑے ہوئے ہیں یا جنگ و جدل میں مصروف ہیں دین کی تقویت کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جاہ و مال دونوں چیزیں عطا فرمائیں ذرا بتاؤ تو سہی ان کو دین کے لیے کس حد تک استعمال کیا جارہا ہے۔

- سورۃ نمبر 7 الأعراف آیت نمبر 44 کی تفسیر میں فرماتے ہیں

تبلیغ دین کی ضرورت

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مسلمان من حیث الجماعت تبلیغ کا فریضہ بالکل فراموش کر چکے ہیں اس کام کے لیے نہ وقت دیا جارہا ہے اور نہ مال صرف کیا جارہا ہے زیادہ سے زیادہ ہم تبلیغی جماعت پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں کہ ان بندگان خدا کی بدولت تبلیغ دین کا حق ادا ہو رہا ہے اور دنیا میں دین کا چرچا ہو جائے گا یہ جذبہ واقعی قابل قدر ہے جس کی وجہ سے اپنی اصلاح بھی ہوتی ہے اور دوسروں کو بھی مگر سوال تو یہ ہے کہ اصل ضرورت کا یہ کتنے فیصدی کام ہو رہا ہے اگر حساب لگایا جائے تو نہ ہونے کے برابر ہے اس زمانے میں مسلمانوں کے پاس مال کی کمی نہیں مگر یہ تو اپنے آرام و آسائش کے لیے صرف ہو رہا ہے اس میں سے جہاد، اقامت دین اور تبلیغ فی سبیل اللہ پر کتنا روپیہ خرچ ہو رہا ہے اب تو لوگ زکوٰۃ کو بھی وبال جان سمجھنے لگے ہیں حالانکہ مال میں

زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے غربا اور مساکین کی اعانت کے علاوہ غیر اقوام میں مواخات کے لیے بھی روپے کی ضرورت ہے یہ عیسائی مشنریاں مواخات قائم کرکے ہی کامیابی سے ہمکنار ہو رہی ہیں مشہور واقعہ ہے کہ ایک مسلمان لڑکی مہلک مرض میں مبتلا ہوگئی مسلمانوں نے تو اس کی پروا نہ کی مگر وہ کسی طرح ٹیکسلا کے مشنری ہسپتال میں پہنچ گئی بیچاری معذور تھی ہسپتال کی نرسوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اس کا علاج کیا تعلیم دی اور پھر اس پر عیسائیت پیش کی جسے اس نے قبول کرلیا اور اب وہ مسلمان لڑکی عیسائی مبلغ بنی ہوئی ہے یہ کام تو مسلمانوں کا تھا جو غیر مسلم اقوام نے سنبھال لیا ہے مسلمانوں کے پاس مال کی کمی نہیں بڑی بڑی عمارات بن رہی ہیں کارخانے لگ رہے ہیں مشرق و مغرب میں تجارت ہے، بینک بھرے ہوئے ہیں مگر اس دولت کا ایک فیصدی بھی تبلیغ دین کے لیے صرف نہیں ہو رہا اگر مسلمان اپنا کھویا ہوا وقار دوبار حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اس طرف توجہ دینا ہوگی۔

- سورۃ نمبر 8 الأنفال آیت نمبر 35 کی تفسیر میں فرماتے ہیں

تبلیغ دین کے لیے مسلمانوں کی مساعی ایک دو فیصدی سے زیادہ نہیں ہے تبلیغی جماعتیں اپنے طور پر حت المقدور تبلیغ کا کام کر رہی ہیں، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی (رح) نے میوات جیسے پس ماندہ علاقے میں پچیس سال تک تبلیغ دین کا کام کیا اور اس جذبہ کو دنیا میں پھیلانے کی سعی کی ۔ آپ انتہائی درجے کے خدا پرست انسان اور بڑا بلند جذبہ رکھتے والے تھے۔ ان کی کوششوں اور دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ تبلیغی مشن کامیابی کی منازل طے کر رہا ہے ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد یوسف صاحب نے بھی اس کام کے لیے زندگی وقت کر دی۔ ان بزرگوں کی محنت اور کوشش کا نتیجہ ہے کہ یہ مشن مفید کام انجام دے رہا ہے، ورنہ حکومتی سطح پر یہ کام نہ ہونے کے برابر ہے عام لوگ جو تبلیغی مشن پر روانہ ہوتے ہیں انہیں دوسرون کی نسبت اپنی اصلاح کی زیادہ فکر کرنی چاہیے اسلام میں ذاتی اصلاح اور پھر اصلاحِ عالم دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ پوری دنیا کے لوگ اسلام کے پرچم تلے جمع ہو کر جہنم کی آگ سے بچ جائیں یہ اسلام کا عالمی پروگرام ہے۔

- سورۃ نمبر 12 یوسف آیت نمبر 36 کی تفسیر میں فرماتے ہیں

فریضہ تبلیغ

اس وقت دنیا بھر کے مسلمان فریضہ تبلیغ کو فراموش کر چکے ہیں جس طرح یوسف (علیہ السلام) نے موقع ملتے ہی تبلیغ دین کے کام کو اولیت دی، اس طرح ہر مسلمان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اسے جب بھی چانس ملے فریضہ تبلیغ کو بطریق احسن انجام دے۔ ہمارے وزراء اور امراء بیرونی ممالک کے دوروں پر جاتے ہیں۔ تاجر حضرات اپنے کاروبار کے سلسلے میں دیار غیر کے چکر لگاتے ہیں مگر تبلیغ کے فریضہ کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے اندرون ملک اور بیرون ملک تبلیغ کا جو کام کر رہے ہیں، وہ کافی ہے حالانکہ وہ تو اصل ضرورت کا ایک فیصدی بھی نہیں اور پھر ان میں اہل علم لوگ بہت کم ہوتے ہیں جو بیرون ملک غیر مسلموں کو اسلام کی برکات سے متعارف کرا سکیں۔ اس لئے ہر صاحب علم و ثروت کے لئے ضروری ہے کہ وہ غیر مسلم اقوام کے سامنے دین اسلام کا نقطہ نظر پیش کرے اور انہیں اسلام کی دعوت دے، مگر اس کے لئے پہلے خود نمونہ بھی بننا ہو گا۔

- سورۃ نمبر 14 ابراہیم آیت نمبر 52 کی تفسیر میں فرماتے ہیں

یہ بھی مبارک بات ہے کہ تبلیغی جماعتوں کے گشت دنیا بھر میں ہو رہے ہیں

- سورۃ نمبر 26 الشعراء آیت نمبر 176 کی تفسیر میں فرماتے ہیں

تبلیغی جماعت والے اللہ کا دین لوگوں تک پہنچانے کی حتی المقدور کوشش کر رہے ہیں، مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ کچھ لوگ ان کے راستے میں بھی رکاوٹ بن رہے ہیں۔ طرح طرح کا طعن کرتے ہیں کہ یہ بے دین لوگ ہیں۔ بستر اٹھائے پھرتے ہیں اور لوگوں کو اصل دین سے برگشتہ کرتے ہیں، محض الزام تراشی کے ذریعے لوگوں کو روکتے ہیں کہ کہیں ان کے دام میں نہ پھنس جانا۔ اس طرح بعض آدمی عوام کو علمائے حق کے پاس جانے سے روکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ گستاخ اور بے ادب ہیں، ان کی بات سنو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے، العیاذ باللہ، غرضیکہ اللہ کے راستے سے روکنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ کبھی اخبارات میں غلط ملط مضامین دیکر اللہ کے بندوں سے بد ظن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کبھی کتابوں کے ذریعے الزام تراشی کر کے لوگوں کو متنفر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، غرضیکہ اللہ کے راستے سے روکنے کی روایت قدیم

زمانے سے چلی آ رہی ہے اور مختلف زمانوں میں اس کے مختلف طریقے رہے ہیں۔ یہ فساد فی الارض کی ہی قسم ہے۔

- سورۃ نمبر 80 عبس آیت نمبر 1 کی تفسیر میں فرماتے ہیں

اس زمانے میں تو پہنچانے کا بھی کوئی معقول پروگرام نہیں ہے یہ تبلیغی جماعتیں جو دور دراز علاقوں تک نکل رہی ہیں دین کی بڑی خدمت کر رہی ہیں۔ ان کے دلوں میں دین کا جذبہ موجزن ہے۔ خدا کا پیغام اپنوں تک پہنچانا بھی بڑی بات ہے۔

تبلیغی جماعت کے بارے میں امام اہل السنۃ

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے چند منتخب افادات[1]

"ہر دور میں باطل فرقوں کی کوشش رہی ہے کہ وہ سب کو گمراہ کر کے اپنے جیسا بنالیں۔ آج بھی وہ جس قدر نشر واشاعت اور تبلیغ کر رہے ہیں، اس کے مقابلے میں حق والوں کی تبلیغ اور نشر واشاعت صفر ہے۔ بے شک تقابل کر کے دیکھ لیں۔ اللہ تعالی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے مولانا الیاسؒ کی قبر پر جنہوں نے تبلیغ کا کام جاری فرمایا تھا کہ آج ان کی جماعت دنیا میں تبلیغ کر رہی ہے جن کی بدولت تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔"

(ذخیرۃ الجنان ۵/۲۵۲)

"بعض کم فہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مجموعی طور پر ساری امت پر دعوت الی اللہ لازم ہے، مگر ایسا نہیں ہے بلکہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، یہ تو امت کے ہر فرد کا فریضہ ہے اور یہ کام انفرادی طور پر بھی باحسن وجوہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً ہر گھر کے سربراہ، ذمہ دار، کفیل، استاد اور صاحب اثر کا کام ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کو، بیوی بچوں کو، چھوٹے بہن بھائی اور شاگرد اور زیر اثر لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم اور ترغیب دے اور برائی سے منع کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے، وہاں ساری امت کو خطاب فرمایا ہے: **کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر** (الآیۃ) کہ "تم سب امتوں سے بہتر ہو جو بھیجے گئے ہو لوگوں کے لیے، نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔" یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو ہر امتی کا فریضہ ہے۔ گھر میں، مسجد میں، بازار میں، دوکان میں، غمی میں، خوشی میں، کہیں بھی ہو، اپنا فریضہ ادا کرے۔ اس کے لیے اجتماع، اشتہار، منادی اور باہر نکلنا، گشت کرنا اور اکٹھ کرنا ضروری نہیں۔ ایک آدمی بھی یہ کر سکتا ہے اور ایک ایک کو بھی امر و نہی کر سکتا ہے۔ اور دعوت الی اللہ ساری امت پر لازم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر** (پ ۴، آل عمران، رکوع ۱۱) "اور چاہیے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم دیتی رہے بھلائی کا اور منع کرتی رہے برائی سے۔" .... اس سے

---

(۱) یہ تحریر جامعہ نصرت العلوم کے آفیشل فیس بک پیج سے لیا گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ دعوت الی اللہ مخصوص جماعت کا کام ہے، ہر ہر مسلمان کا نہیں ہے۔ یہ کام وہی کر سکتے ہیں جو دلیل وبرہان کی روشنی میں نیکی اور بدی کا بخوبی جائزہ لے سکتے ہیں اور موقع و محل کی پرکھ کر سکتے ہیں۔

("دعوت الی اللہ کی ضرورت، اہمیت اور چند اصول"، ماہنامہ نصرۃ العلوم، نومبر ۹۵ء، ص ۱۳، ۱۴)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ (المتوفی ۱۳۶۳ھ) نے بڑے اخلاص اور دل سوزی سے عام مسلمانوں کی دین سے دوری کا جائزہ لیا اور شب و روز اس پس ماندہ قوم کی دینی اصلاح کی ان تھک سعی کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اب دنیا کے کونے کونے میں دین کی تبلیغ کا کام بہت عمدگی سے اور بڑے وسیع پیمانہ پر ہو رہا ہے اور دن بدن اس عمدہ کام میں ترقی ہو رہی ہے۔ **اللہم زد فزد**

مدرسین اور طلباء جب تبلیغ کے فوائد دیکھتے اور سنتے ہیں تو ان کا دل بھی چاہتا ہے کہ ہم اس اجر عظیم سے محروم نہ رہیں اور اپنی زندگیاں اس نیک کام کے لیے وقف کر دیں۔ اس نیک جذبہ کی جتنی بھی قدر کی جائے، بہت ہی کم ہے، لیکن اس سلسلے میں علما و طلبا کو خوشی ہونی چاہیے کہ وہ بھی مبلغ ہیں۔ ان کو حضرت تھانویؒ کے یہ کلمات طیبات نہیں بھولنے چاہییں۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:...... "مجھے اندیشہ ہے کہ کبھی ایسا نہ ہو کہ مدرسین وطلبہ پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیں بلکہ اس کو اپنے بزرگوں سے پوچھو کہ ہم کو کیا کرنا چاہیے۔" ظاہر بات ہے کہ اہل حق علمائے کرام تبلیغ سے کبھی بھی نہیں روکیں گے، ہاں یہ ضرور کہیں گے کہ پڑھنے اور پڑھانے کے زمانہ میں خوب محنت سے پڑھو اور پڑھاؤ، اور ایام تعطیلات میں، جن کا درس و تدریس کا کام نہیں، فارغ ہیں، وہ والدین، بیوی اور بچوں وغیرہم کے حقوق ادا کرتے ہوئے سہ روزہ، دس روزہ، چلہ اور کم و بیش وقت لگائیں اور یہ سمجھیں کہ باہر نکلنا تبلیغ کا صرف ایک شعبہ ہے تاکہ عوام کے نظریات اور مختلف علاقوں اور ملکوں کے حالات سے بھی آگاہ ہو سکیں اور جو جو کمزوریاں مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں، ان کو دیکھیں اور اصلاح کی فکر کریں اور خود اپنے اندر بھی دین کے اعمال خیر کی عادت ڈالیں۔..... جو حضرات نئے نئے تبلیغی بنتے ہیں، ان کو بھی حضرت تھانویؒ کے یہ ارشادات پیش نظر رکھنے چاہییں کہ جو علما یا طلبا درس و تدریس کے اوقات میں باہر نہیں نکلتے تو ان کو حقارت کی نگاہ سے ہرگز نہ دیکھیں، اس لیے کہ وہ بھی مبلغ بلکہ اصل مبلغ ہیں۔ اسلام میں افراط و تفریط اور غلو بری چیز ہے۔

("دعوت الی اللہ کی ضرورت، اہمیت اور چند اصول"، ماہنامہ نصرۃ العلوم، نومبر ۹۵ء، ص ۱۷، ۱۵)

یہ جو کمی اور غیر کمی کا فرق ہے، اسلام اس کو مٹانے کے لیے آیا ہے، مگر ہم نے اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑا ہوا ہے کہ یہ چوہدری ہے اور یہ کمی ہے، کیونکہ آج بھی اگر کوئی بڑا آدمی چارپائی پر بیٹھا ہو تو اس کے ساتھ کسی پنچ قوم کے آدمی کو بیٹھنے کی ہمت نہیں ہے اور اگر کوئی بیٹھ جائے تو اس کو وہ برا سمجھتے ہیں۔ یہ افراط و تفریط اسلام میں نہیں ہے۔ اسلام میں گورا کالا، امیر غریب، بادشاہ گدا گر سب انسان ہیں۔ یہ فرق یہود و ہنود اور نصاریٰ وغیرہ قوموں نے تراشا ہوا ہے جن کے ہاں گورے اور کالے لوگوں کے عبادت خانے ماضی قریب تک الگ الگ رہے ہیں اور گوروں اور کالوں کے ہسپتال بھی الگ الگ رہے ہیں۔ گورے کالوں کو اپنے ساتھ بیٹھنے بھی نہیں دیتے تھے، وہ الگ بیٹھتے تھے۔ جب ہمارے تبلیغی حضرات ان ملکوں میں تبلیغ کے لیے جاتے ہیں اور گورے کالے سب مل کر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں اور اکٹھے نمازیں پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں تو وہ لوگ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔"

(ذخیرۃ الجنان ۴/۹۴)

"دعوت الی اللہ فرض کفایہ ہے، فرض عین نہیں ہے۔ فرض عین کا مطلب ہے کہ ہر ہر آدمی پر لازم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت فریضہ کو ادا کرتی رہے تو وہ سب کی طرف سے فرض کفایہ ادا ہو گیا۔ اس فریضہ کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے کوئی بھی گناہ گار نہ ہو گا، کیونکہ فرض کفایہ ہے۔ اور اگر کسی جگہ کوئی بھی اس فرض کو ادا نہیں کرے گا تو سب کے سب گناہ گار ہوں گے۔ البتہ اپنی اصلاح کے لیے نکلنا الگ بات ہے کہ کوئی آدمی اس نظریہ کے تحت جائے کہ اپنی اصلاح ہو جائے گی، کیونکہ جماعت میں جانے والوں کا سارا وقت نیکی کے لیے صرف ہوتا ہے اور دین کی باتیں اچھی طرح سمجھ میں آتی ہیں اور یہ بات ہے بھی حقیقت، اس میں کوئی شک نہیں۔۔۔ پڑھنا پڑھانا، درس دینا، اسلام کی خاطر کتابیں لکھنا بھی تبلیغ ہے اور ان کاموں کے لیے چندہ دینا بھی تبلیغ ہے۔ تبلیغ صرف اس میں بند نہیں ہے کہ بستر اٹھا کر سہ روزہ لگانا اور دس روزہ لگانا اور چلہ لگانا۔ بے شک یہ بھی تبلیغ کا حصہ ہے، چنانچہ چھٹیوں میں ہمارے مدارس کے اساتذہ اور طلبہ بھی سہ روزہ اور دس روزہ لگانے کے لیے جاتے ہیں اور جن کو زیادہ توفیق ملتی ہے، وہ اس سے زیادہ وقت بھی لگاتے ہیں، مگر جب تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہو تو پھر اس کا ثواب بستر اٹھا کر پھرنے سے زیادہ ہے۔"

(ذخیرۃ الجنان ۳/۲۱۲، ۲۱۳)

"بعض سادہ قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ صرف وہ ہے جو تبلیغی جماعت والے کرتے ہیں، اور کوئی تبلیغ نہیں کرتا۔ نصرۃ العلوم میں ایک بزرگ بابا جی نیک آدمی تھے۔ میرے پاس بیٹھ کر قرآن کا درس سنتے تھے۔ طلبا کی کافی تعداد ہوتی تھی۔ کافی عرصہ کے بعد مجھے کہنے لگے، مولانا! آپ بہت بڑا کام کر رہے ہیں، مگر دین کا کام نہیں کرتے۔ میں نے کہا، بابا جی! دین کا کام کیا کروں؟ کہنے لگے، آپ نے کوئی چلہ تو دیا نہیں۔ میں نے کہا، اگر میں چلہ دے دوں تو ان کو کون پڑھائے گا؟ کہنے لگا، ان کو خدا پڑھائے گا۔ بھائی اتنی سادگی بھی نہیں ہونی چاہیے۔ خدا ہر ایک کو خود نہیں پڑھاتا، اس نے پڑھانے کے اسباب بنائے ہیں۔ جو وقت نکال کر باہر جاتے ہیں، وہ بھی مبلغ ہیں، جو اپنی جگہ رہ کر اصلاح کرتے ہیں، وہ بھی مبلغ ہیں، اور اصل جہاد اور تبلیغ قرآن پاک کی تعلیم ہے، اور اس کے مدرسے قائم کرنا۔ باقی ان کے شعبے ہیں۔"

(ذخیرۃ الجنان ۸/۴۵)

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، مدیر اعلی مجلہ اَلْفَتْحِیّہ احمد پور شرقیہ (قسط:۴)

فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع (جلد دوم)

اعتراض:۱۳۴... ضعیف حدیث کی قبولیت نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا

محمد طارق خان صاحب نے دعوی کیا کہ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث ہیں۔ پھر فضائل میں ضعیف حدیث کی قبولیت والے نظریہ کے متعلق لکھا:

"قبول حدیث کے معاملہ میں اس بے احتیاطی نے دین وملت کو زبردست نقصان پہنچایا ہے....

پس حقیقت یہ ہے کہ ضعیف اور موضوع احادیث کے چلن نے دین کا حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے۔"

(تبلیغی جماعت عقائد، افکار، نظریات اور مقاصد کے آئینہ میں صفحہ ۵۳)

الجواب:

فضائل میں ضعیف احادیث کے مقبول ہونے کی مفصل بحث غیر مقلدین کے حوالوں کے ساتھ "فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع جلد اول" اعتراض: ۸۷ کے تحت مذکور ہے۔ یہاں اس بحث کو دہرانے کی ضرورت نہیں البتہ چند نئی باتیں عرض کر دیتا ہوں۔

(۱) خود طارق صاحب ہی اقرار کر چکے ہیں:

"علماء کا ایک گروہ فضیلت کے باب میں ضعیف احادیث کو نقل کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا ان کے نزدیک ایسی احادیث ترغیب کے لئے مفید ہیں۔"

(تبلیغی جماعت عقائد، افکار، نظریات اور مقاصد کے آئینہ میں صفحہ ۵۳)

یاد رہے کہ فضائل میں ضعیف احادیث کی قبولیت کا نظریہ صرف بعض علماء کا نہیں بلکہ نامی گرامی محدثین کا بھی ہے جیسا کہ آگے افتخار احمد غیر مقلد کی زبانی آرہا ہے۔

(۲) غیر مقلدین بھی فضائل میں ضعیف حدیث کی حجیت مانتے ہیں۔ بعض نے تو اپنے مخالف غیر مقلدین کو دوٹوک اور کھری باتیں سنادیں۔ چنانچہ ابو مسعود سلفی غیر مقلد نے لکھا:

''میرے وہ برادران جنہیں فضائل اعمال والی روایت دیکھ کر قبض ہو جاتی ہے اور وہ روح اسلام اور مزاج شریف کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔''

(فرض نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی اور اہلِ حدیث کا مسلک اعتدال صفحہ ۴۹)

(۳) بعض غیر مقلدین نے تو ضعیف حدیث کی حجیت پر مستقل کتابیں بھی لکھیں۔ افتخار احمد تاج الدین الازہری اپنے بزرگ مولانا بدیع الدین راشدی شاہ (غیر مقلد) کی کتاب '' **القول اللطیف فی الاحتجاج بالحدیث الضعیف**'' کے تعارف میں لکھتے ہیں:

''کیا ضعیف حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر متقدمین اور متاخرین محدثین میں شدید اختلاف رہا کئی تو مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں اور کئی مطلقاً ناجائز قرار دیتے اور بعض محدثین چند شروط کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں اسی سوال کا جواب دیا ہے اور انہوں نے چند شروط کے ساتھ حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز قرار دیا ہے۔ شروع کتاب میں وہ شروط بیان کرتے ہیں اور بعد میں اپنے موقف کی تائید میں ۱۷ محدثین کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ راقم الحروف نے جامعۃ الازھر قاہرہ مصر میں دَوران تعلیم اس کتاب کی مکمل تخریج و تحقیق کی تھی ان شاء اللہ عن قریب اردو ترجمہ کے ساتھ طبع کرنے کا ارادہ ہے۔''

(مجلہ بحر العلوم شیخ العرب والعجم نمبر بیاد مولانا بدیع الدین شاہ راشدی صفحہ ۴۵۷)

ازہری مذکور کے متعلق ''شیخ الحدیث **جامعة بحر العلوم السلفية** میر پور خاص سندھ'' لکھا ہوا ہے۔(حوالہ مذکورہ صفحہ ۴۴۴)

راشدی صاحب کی یہ کتاب ''**القول اللطیف**'' مقالاتِ راشدیہ: ۲/ ۲۳ میں شامل ہے۔

بدیع الدین راشدی وغیرہ آلِ غیر مقلدیت نے ضعیف حدیث کو حجت مان کر طارق خان صاحب کے بقول دین و ملت کو زبر دست نقصان پہنچایا اور دین کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ طارق صاحب کی مہربانی ہو گی کہ آلِ غیر مقلدیت میں سے جنہوں نے ضعیف حدیث کی حجیت مان کر دین و ملت کو زبر دست نقصان پہنچایا اور حلیہ بگاڑا ہے انہیں قوم کے سامنے لائیں اور اس نقصان اور بگاڑ کو بھی اُجاگر کریں جو اُن کی وجہ سے ہوا ہے تاکہ عام لوگ بھی آگاہ ہو سکیں۔ قوم کی آگاہی کے لیے بڑی کتاب نہ ہی سہی، کوئی چھوٹا سا رسالہ لکھ دیں۔

نیز جن محدثین نے فضائل میں ضعیف حدیث کی حجیت کا موقف اپنایا ہے وہ بھی طارق صاحب کے بقول دین و ملت کو زبردست نقصان پہچانے اور حلیہ بگاڑ والے ہیں۔ طارق صاحب کے اس اعتراضات کی زَد میں وہ شخصیات بھی آتی ہیں جن کی عظمت کے سامنے متاخرین کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔

(۴) غیر مقلدین نہ صرف یہ کہ ضعیف احادیث کو قبول کرنے کا نظریہ رکھتے ہیں بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔ ثبوت کے لیے اُن کی تخریج شدہ کتابیں: صلوۃ الرسول اور حدیثِ نماز وغیرہ ملاحظہ کر لیں۔ خود غیر مقلد حاشیہ نگاروں نے دسیوں ضعیف حدیثوں کی نشان دہی کی ہوئی ہے۔ اس تخریج اور حاشیہ نگاری سے عوام کو معلوم ہو گیا کہ ان کتابوں کے پیٹ ضعیف حدیثوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس لیے بعض غیر مقلدین نے اس عمل پر سختی سے ٹوک ونوک کی اور آئندہ تخریج نہ کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

چنانچہ ابو مسعود سلفی غیر مقلد نے شیخ عبد الروف سندھو غیر مقلد کی طرف سے ”صلوۃ الرسول“ پہ کی گئی تخریج پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”اس (شیطان ملعون) نے کمال عیاری سے احمق مخلصین کو اپنا کارکن بنالیا اور ان سے ”صلوۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم“ جیسی نفع بخش کتاب کی تخریج لکھوادی۔“

(فرض نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی اور اہلِ حدیث کا مسلک اعتدال صفحہ ۵۰)

شیخ عبد الرووف سندھو غیر مقلد نے صلوۃ الرسول پر اپنی تخریج والے ایڈیشن کے متعلق لکھا:

”کچھ حضرات ایسے بھی نظر آئے کہ جن کو اس محقق ایڈیشن سے زبردست چڑ اور جلن ہوئی اور ان حضرات میں سر فہرست نام نہاد سلفی ابو مسعود کا نام ہے۔

(احناف کی چند کتب پر ایک نظر صفحہ ۷، ناشر دار الاشاعت اشرفیہ سندھو قصور)

مولانا محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”موجودہ دَور کے بعض اہلِ علم نے اردو میں اس باب [تخریج حدیث (ناقل)] میں جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے، میرے خیال میں اس پر غور کرنا چاہیے۔ اس سے منکرین حدیث ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں اور بعض دوسرے لوگوں پر بھی اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس قسم کی بحثیں احادیث پڑھاتے وقت ضرور کی جائیں، لیکن میرے خیال میں عام مضامین میں اور عام لوگوں

کے سامنے اس موضوع پر گفتگو مصلحت کے خلاف ہے موجودہ دَور کے اصحابِ تحقیق سے میری گزارش ہے کہ انہیں بھی اس پر غور فرمانا چاہیے... مصلحت بھی بسا اوقات مسئلہ بن جاتی ہے۔"

(گزر گئی گزران صفحہ ۲۷۰، ۲۷۱)

(۵) ایک طرف طارق صاحب کی جسارت ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث قبول کرنے کے نظریہ نے دین وملت کو زبردست نقصان پہنچا کر حلیہ بگاڑ دیا ہے، دوسری طرف یوں بھی کہتے ہیں:

"چوں کہ تبلیغی جماعت کے اکابرین وہی رٹا رٹایا جملہ کہ "فضائل اعمال میں ضعیف احادیث قابل قبول ہیں" بول کر اپنی جان چھڑا لیں اس لیے اس قسم کی احادیث کی نشان دہی یہاں کرنا بھی فضول ہے۔"

(تبلیغی جماعت عقائد، افکار، نظریات اور مقاصد کے آئینہ میں صفحہ ۵۳)

طارق صاحب! جب آپ کے بقول فضائل میں بھی ضعیف احادیث کی مقبولیت دین کو زبردست نقصان پہنچانے اور دین کا حلیہ بگاڑنے کا سبب ہے تو آپ دلائل سے اس نظریہ کی تردید کرتے۔ آپ کا اس نظریہ کی تردید میں دلائل ذِکر نہ کرنا بلکہ ضعیف روایات کی نشاندہی کو فضول کہنا کیا یہ اقرار نہیں کہ فضائل میں ضعیف روایات پر اعتراض کرنا سینہ زوری ہے؟

(۶) طارق صاحب دوسروں کو فضائل میں ضعیف حدیث ذِکر کرنے کی اجازت نہیں دیتے اسے دینی حلیہ کے بگاڑ کا سبب قرار دیتے ہیں۔ مگر خود عقائد کے باب میں ضعیف حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں چنانچہ وہ مرجیہ کی تردید میں ابن ماجہ اور ترمذی کے حوالہ سے حدیثِ نبوی درج کرتے ہیں:

"ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس امت میں دو قسم کے لوگ ہوں گے جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ایک مرجیہ اور دوسرے قدریہ۔" اس حدیث میں ایک راوی علی بن نزار ہے جسے محدثین نے ضعیف کہا ہے لیکن اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔"

(تبلیغی جماعت عقائد، افکار، نظریات اور مقاصد کے آئینہ میں صفحہ ۱۸۴)

اعتراف کیا ہے کہ اس حدیث کو محدثین نے علی بن نزار کی وجہ سے ضعیف کہا۔ مگر اس کے باوجود طارق صاحب اس سے دلیل پکڑتے ہیں، اس لئے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا۔ حالاں کہ غیر مقلدین کی کتابوں میں درجنوں حوالے موجود ہیں کہ امام ترمذی چوں کہ متساہل ہیں اس لیے ان کی تحسین کافی نہیں ہے۔

چنانچہ مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یہاں امام ترمذی کی تحسین قابل قبول نہیں۔" (مقالاتِ راشدیہ: ۵/۲۶۶)

راشدی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"واضح رہے کہ امام ترمذی کی حسن سے مراد فقط اسناد کا حسن ہونا ہے اور یہ متن کے نہ حسن ہونے کو مستلزم ہے اور نہ صحت کو جیسا کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے۔"

(مقالاتِ راشدیہ: ۵/۲۶۷)

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حدیث کو حسن کہنے کی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی خاص اصطلاح ہے جس کی تفصیل خود انہوں نے "**العلل الصغیر**" میں بیان فرما دی ہے۔ بلکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے النکت میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور بڑے تتبع سے مثالیں دے کر فرمایا ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ شواہد کی بنا پر سیئ **الحفظ**، ضعیف، مختلط، مدلس راویوں اور منقطع روایات کو بھی حسن کہہ دیتے ہیں۔ دکتور خالد بن منصور حفظہ اللہ نے بھی "**الحدیث الحسن لذاتہ و لغیرہ**" کی جلد ثالث میں بڑی تفصیل سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تحسین پر نقد و تبصرہ کیا ہے مگر یہ ہمارا موضوع نہیں۔"

(اعلاء السنن فی المیزان صفحہ ۴۴، طبع ادارۃ العلوم الاثریۃ فیصل آباد)

ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی امام ترمذی نے حسن بلکہ ایک نسخے کے مطابق **حسن صحیح** کہا ہے۔ اور اس کے سبھی راوی ثقہ ہیں ایک راوی بھی ضعیف نہیں پھر بھی غیر مقلدین اس پر ضعف کی چھاپ لگا دیتے ہیں مگر جب خود کو ضرورت پڑی تو راوی کو ضعیف تسلیم کرنے کے باوجود محض اس وجہ سے حدیث کو قبول کر لیا کہ اسے ترمذی نے حسن کہا ہے۔ **یاللعجب**۔

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ (قسط نمبر ٦)

جنت دوزخ، داڑھی، دینی مدارس اور آزادی نسواں کے متعلق فکری حضرات کا نظریہ

جنت دوزخ

فکری حضرات کی تفسیر میں آیت مبارکہ "عطاء غیر مجذوذ" کے تحت لکھا ہے کہ:

"مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال راسخ کیا گیا ہے کہ جنت میں جنتی اور دوزخ میں دوزخی ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی حکیم اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا۔"

(المقام المحمود، سورۃ یونس ص90، زیر اہتمام بیت الحکمۃ، جھنگ روڈ کبیر والا ضلع ملتان)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

"خلود بمعنی ٹھہرنا یا اقامت کرنا یا عرصہ دراز تک اقامت کرنا۔ اس لئے "خالدون" کے معنی ہوئے اقامت کرنے والے اور ابد الآباد تک اقامت کرنا مراد نہیں جیسا کہ غلط خیال عام ہو گیا ہے"۔

(المقام المحمود جلد 1 ص 232، شائع کردہ مکی دار الکتب)

یعنی فکریوں کے نزدیک جہنم میں خلود ہمیشگی نہیں ہے بلکہ فکری حضرات کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ جہنم ختم کر دی جائے گی، چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

"جنت کے داخلے کے لئے جو درجہ ہے اس کو جماعت پورا کر لے گی وہ دوزخ سے نکال دی جائے گی۔ اس طرح ہوتے ہوتے ایسا زمانہ آجائیگا کہ دوزخ میں ایک آدمی بھی نہیں رہے گا، اب دوزخ بالکل بالکل ختم کر دی جائے گی۔"

(تفسیر المقام المحمود جزء عم ص74 صفہ اکیڈمی)

حالانکہ تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ جہنم ہمیشہ ہمیشہ رہے گی اور کافر بھی اس میں ہمیشہ ہوں گے قرآن پاک میں جگہ جگہ کفار کے بارے میں (خالدین فیھا ابدًا) کے الفاظ آئے ہیں لیکن فکری حضرات ان

تمام آیت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جہنم ختم کردی جائے گی اور کافر جہنم سے نکل جائیں گے۔

داڑھی کے متعلق فکری حضرات کا نظریہ

فکری حضرات کے ہاں داڑھی ایک قدیم رسم ہے، کوٹ پتلون اور پینٹ اسی طرح سوشلزم وقت کے تقاضے ہیں۔ فکریوں کی کتاب "افادات وملفوظات" میں لکھا ہے کہ:

"سیاست میں یورپی طرز کی قومیت اور اقتصادیات میں سوشلزم کو اپناؤ۔ عالمگیر انقلاب آیا چاہتا ہے، سیاسی و اقتصادی انقلاب کے ساتھ ساتھ اس کے لئے ہمیں اپنی معاشرت میں انقلاب کی ضرورت ہوگی، مولانا سندھی نے اسی خطبے میں کوٹ پتلون اور ہیٹ پہننے کو سراہا اور داڑھی اور خاص وضع قطع کو ہم نے جو مقدس بنالیا ہے اسے غلط ٹھہرایا۔"

(افادات وملفوظات ص121)

مدارس اور مدرسین کے متعلق فکری حضرات کا نظریہ

فکریوں کے مرکزی ترجمان رسالہ عزم میں لکھا ہے کہ:

"کالجوں یونیورسٹیوں میں عصری علوم کے ساتھ مذہبی علوم اس طرح پڑھائے جائیں کہ مدارس سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہ رہے کیونکہ دھرے نظامِ تعلیم سے فرقے پیدا ہورہے ہیں۔"

(رسالہ عزم سیریز نمبر156)

اسی طرح لکھتے ہیں کہ:

مدرسہ کے گریجویٹ کو نہ خدا ملتا ہے نہ وصال صنم۔ یہ بیچارے بیچ ہی بیچ میں معلق رہتا ہے کیونکہ اس کا طریقہ تعلیم تمام فرسودہ ہے۔

(رسالہ عزم سیریز نمبر166، ص25)

آزادی نسواں کے متعلق فکری حضرات کا نظریہ

قرآن پاک کی آیت مبارکہ: "**یاایھاالنبی قل لازواجک وبنتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن**" سے واضح طور معلوم ہورہا ہے کہ ہر مسلمان عورت کیلئے اپنے پورے جسم کو ڈھانک کر رکھنا اللہ کی طرف سے لازم کیا گیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اور بھی بے شمار آیات اور احادیث میں عورتوں کو پردے کا حکم دیا

گیا ہے۔ لیکن فکری حضرات قرآنی حکم کو بالائے طاق رکھ کر جمہور امت کی مخالف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمیں عورتوں کے نقاب اتار دینے چاہئیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

"ہاں ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ترکی اور ایران میں پردے کے خلاف وہاں کی حکومتوں کی طرف سے جو اقدامات کئے جارہے تھے، ان کا ذکر ہو رہا تھا ان دنوں اخبارات میں یہ خبر بھی چھپی تھی کہ رضا شاہ (شاہ ایران کے والد) کی حکومت نے حکم دیا کہ اگر کوئی ایرانی عورت چہرے پر نقاب ڈالے بازار میں نکلے تو پولیس اسے مجبور کرے کہ وہ نقاب الٹ کر کھلے منہ چلے۔ مولانا نے یہ سنا تو فرمانے لگے کہ بھائی: قبل اس کے کہ پولیس ہماری عورتوں کو حکماً اور زبردستی سے نقاب الٹنے پر مجبور کرے، ہم خود ہی اس نقاب کو اتار دیں۔"

(افادات وملفوظات ص484)

اسی طرح فکریوں کی نصابی کتاب "قرآنی شعور انقلاب" میں لکھا ہے کہ:

"اس لئے ہمارے دماغ میں یہ خصوصی اثر آیا ہے کہ جب تک ہم عورتوں کو میدان میں نہ لائیں گے یہ بے ایمان مردہ طاقت حرکت میں نہیں آئیگی، اس لئے ہم میدان میں آنے کے لئے مرد اور عورت کی کوئی شرط نہیں لگاتے، چنانچہ ہماری ہر ایک عورت ہر ایک لڑکی میدان میں آئے گی اور جو اسکی مخالفت کرے گا جب ہم کو نظام پر قبضہ مل گیا ہم اسے فوراً گولی سے اڑادیں گے۔"

(قرآنی شعور انقلاب ص491)

نوٹ:

ذکر کئے گئے نظریات وعقائد کو ہم نے مولانا عمر فاروق کی کتاب "تنظیم فکر ولی اللہی کیا ہے؟" سے نقل کئے ہیں وہاں پہ فکریوں کی کتب کی تصاویر (سکرین شاٹ) بھی موجود ہیں۔ تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

از افادات مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بیعت کی اقسام اور پیر کے اوصاف

امام شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب ”القول الجمیل“ میں بیعت کی بہت سی قسمیں بیان کی ہیں۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی اپنی کتابوں میں بیعت کا ذکر کیا ہے۔ شاہ رفیع الدینؒ نے بیعت سے متعلق ایک رسالہ قلمبند کیا ہے۔ تو بیعت کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں ایک بیعت بیعتِ اسلام ہے۔ لوگ یہی بیعت کر کے اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ دوسری بیعت ہجرت کے لیے تھی۔ لوگ اللہ کے نبی کے ہاتھ پر اللہ کے حکم کے مطابق ہجرت کر جانے کی بیعت یا عہد کرتے تھے۔ تیسری بیعتِ جہاد تھی۔ جب جنگ کا موقع آتا تھا تو لوگ اس بات کی بیعت کرتے تھے کہ ہم اللہ کے راستے میں جان و مال کی قربانی پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔ بعض صحابہؓ نے ارکانِ اسلام پر پابندی کی بیعت کی۔ حضرت جریرؓ کی بیعت اسی سلسلہ میں تھی کہ میں ارکانِ اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی کروں گا اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کا سلوک کروں گا۔ بعض لوگوں نے حضور علیہ السلام کے دستِ مبارک پر اس بات کی بیعت بھی کی کہ وہ سنت پر قائم رہیں گے اور بدعات سے بچتے رہیں گے۔ پھر عورتوں نے بھی اس بات کی بیعت کی کہ وہ شرک نہیں کریں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، غیر کی اولاد کو خاوند کی طرف منسوب نہیں کریں گی اور نہ نیک کاموں میں آپ کی نافرمانی کریں گی اس بیعت کا ذکر سورۃ الممتحنہ میں موجود ہے۔ بیعت کی ایک قسم بیعتِ تبرک بھی ہے۔ حضرت زبیرؓ اپنے آٹھ سال کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے گئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرایا، یہ یہی بیعت تھی، وگرنہ بچے کے لیے بیعت کی ضرورت نہ تھی۔ بعض اوقات بزرگانِ دین کے کسی سلسلہ میں داخل ہونے کے لیے بیعت کی جاتی ہے، یعنی بیعت سلوک کی بھی ہوتی ہے، جیسا کہ عام طور پر بزرگانِ دین کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے اور جو مروج ہے، اس کا مطلب یہ اقرار کرنا ہوتا ہے کہ ہم ارکانِ دین کی پابندی کریں گے، عبادت و ریاضت اور ذکر و اذکار باقاعدگی سے انجام دیں گے تاکہ درجات عالیہ نصیب ہوں اور اللہ کا تقرب حاصل ہو سکے۔ ایک بیعت خلافت ہوتی ہے جو خلیفہ کے انتخاب کے لیے ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام کے بعد لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی اور اسی طرح دیگر خلفائے راشدینؓ کی بیعت بھی ہوئی۔ بیعت کی یہ تمام قسمیں حضور علیہ السلام سے ثابت ہیں۔

شاہ رفیع الدینؒ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کسی بزرگ کے ہاتھ پر محض دنیاوی فوائد حاصل کرنے کی بیعت کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بزرگ ہمارا کوئی معاملہ سلجھادیں گے یا ہماری سفارش کر دیں گے، شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ رسمی بیعت ہے جس کا کچھ فائدہ نہیں، البتہ بیعت کی باقی جتنی اقسام بیان کی گئی ہیں وہ درست ہیں۔

پیر کے اوصاف:

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ مزید فرماتے ہیں کہ کسی ایسے پیر یا بزرگ سے بیعت ہونا درست ہے جس میں حسب ذیل اوصاف پائے جائیں۔

(1) پیر کتاب و سنت کا علم رکھتا ہو، خود پڑھ کر علم حاصل کیا ہو یا کسی بزرگ کی صحبت حاصل کی ہو، بہر حال اُس کے پاس کتاب و سنت کا علم ہونا چاہیئے۔

(2) کبائر سے مجتنب اور صغائر پر اصرار نہ کرے، کبائر کا مرتکب بیعت کا اہل نہیں ہوتا کیونکہ وہ فساق میں شمار ہوتا ہے۔

(3) بیعت لینے والا دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف رغبت رکھتا ہو۔

(4) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حامل ہو۔ اپنے متعلقین کو اچھی بات کا حکم دے اور اگر اُن میں کوئی بُری بات دیکھے تو فوراً روک دے۔

(5) پیر خود رَو نہ ہو، بلکہ یہ طریقہ اس نے بزرگوں سے سیکھا ہو یا ان کی صحبت اختیار کی ہو، ایسا نہ ہو کہ باپ کی وفات کے بعد بیٹا جیسا کیسا بھی ہو گدی نشین ہو گیا نہ کسی سے سیکھا، نہ کسی کی صحبت اختیار کی اور نہ علم حاصل کیا۔ یہ سلسلہ تو تباہ کن ہے جو آج کل اکثر رائج ہے۔

اگر ان شرائط کو پورا کرنے والا کوئی بزرگ مل جائے تو اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہیئے تاکہ انسان شیطان کے پھندے سے محفوظ رہ سکے۔ ویسے یہ بیعت نہ فرض ہے اور نہ واجب، البتہ سنت ہے، بزرگان دین میں سے حضرت دقاقؒ اور شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے بھی منقول ہے کہ اگر کوئی کامل آدمی مل جائے تو بیعت کر لینی چاہیئے، البتہ کسی غلط کار، فاسق، شرکیہ اور بدعیہ اعمال کرانے والے پیر کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہرگز جائز نہیں۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست — پس بہر دستے نباید داد دست

اس قسم کے لوگ انسانی شکل میں شیطان ہیں، اس لیے ہر ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھ دینا چاہئے ورنہ وہ شرک اور بدعت میں مبتلا کر دیں گے اور انسان کو گمراہ کر کے رکھ دیں گے۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ دسویں صدی کے بزرگ ہوئے ہیں، آپ کا تعلق چشتیہ خاندان سے تھا، آپ شاہ عبدالحق ردولویؒ کے فرزند کے مرید تھے، آپ کا زمانہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا قریبی زمانہ ہے، آپ نے اپنے فارسی زبان کے مکتوبات میں اپنے زمانے کی عام پیری مریدی کا ردان الفاظ میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ”ہیہات ہیہات امروز ازبد روزما است کہ جہان از پیری و مریدی پُر شد وہیچ خبر از مسلمانی نیست۔“ افسوس کہ آج کا زمانہ ہمارے لیے کتنا بُرا زمانہ ہے کہ سارا جہان پیری مریدی سے پُر ہے لیکن مسلمانی کی خبر بالکل نہیں۔ ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں ”امروز ازبد روزما است، پیری مریدی کجا ایں ہمہ جزبت پرستی وخود پرستی نیست“ ہمارا دور کتنا بُرا دور ہے کہ یہاں پیری مریدی نہیں بلکہ بت پرستی اور خود پرستی ہے۔ آج کل گدی نشین عام طور پر یہی کچھ کررہے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ ”امروز درویشی بلقمہ فروشی است“ یعنی آج کی درویشی درویشی نہیں بلکہ یہ تو لقمہ فروشی ہے۔ یہ تو دین فروشی ہے کہ دنیا کا حقیر مال حاصل کرنے کے لیے پیری مریدی کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ یہ گنبد، پختہ قبریں، چادریں اور چڑھاوے اسی مقصد کے لیے ہیں، حضرت گنگوہیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ”مامد براں را ۔۔“ خدا تعالیٰ ہم ایسے بدنصیب لوگوں کو اس قسم کی درویشی اور دین فروشی سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔“ اول بارے مسلمانی درست کنم بعدہ درویشی“ ہم سب سے پہلے دین اور عقیدے کو درست کریں اور اس کے بعد درویشی اور پیری مریدی کی طرف توجہ دیں۔ اگر عقیدہ اور اسلام ہی درست نہیں تو اس پیری مریدی کا کیا فائدہ؟ آج کل کی پیری مریدی تو نرا دھوکہ اور فراڈ ہے، اس میں شرک اور بدعت کے سوا کچھ نہیں، البتہ جیسا کہ امام شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے اگر مذکورہ پانچ شرائط کا حامل کوئی بزرگ مل جائے تو اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہئے تاکہ انسان شیطان کے پھندے سے بچ جائے۔“

(تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن ج ۱۷ ص ۱۱۴ تا ۱۱۷)

مولانا عصمت اللہ نظامانی حفظہ اللہ تخصص فی علوم الحدیث جامعۃ الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی

امام ابو بکر جصاصؒ اور مذہبِ اعتزال؛ ایک تحقیقی جائزہ

اصل موضوع شروع کرنے سے قبل چند باتیں بطورِ تمہید ملحوظ رہیں:

(1)۔۔۔ کسی نظریاتی فرقے یا فقہی مذہب وغیرہ سے چند مسائل اور فروع میں موافقت کرنے سے کسی شخص کو اس فرقے یا مذہب کی طرف منسوب کرنا درست نہیں، عقیدے یا فقہی نسبت کے لیے اس کا اقرار یا اکثر مسائل میں اتفاق ضروری ہے۔ چنانچہ امام طحاوی وابن ہمام وغیرہ متعدد فقہی مسائل میں مذہبِ احناف سے ہٹ کر علیحدہ موقف رکھتے ہیں، یا دوسرے ائمہ کرام مثلاً مالک وشافعی وغیرہ کی رائے کو راجح قرار دیتے ہیں، لیکن اس کے باوجود انہیں بدستور حنفی ہی شمار کیا جاتا ہے، اس اختلاف کی بنا پر وہ احناف سے نہیں نکلیں گے، اور نہ مالکی وشافعی وغیرہ ہوں گے۔

(2)۔۔۔ معتزلہ فرقے کے بنیادی عقائد اور اصول راجح قول کے مطابق پانچ ہیں، جن پر ان کے فرقے کی بنیاد اور مدار ہے، جیساکہ قاضی عبد الجبار معتزلی (ت:415ھ) نے لکھا ہے۔[۱]

1۔ توحید، 2۔ عدل، 3۔ وعدہ اور وعید، 4۔ منزلہ بین المنزلتین، 5۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔

ان اصولوں کی مختصر وضاحت مندرجہ ذیل ہے۔[۲]

1۔ توحید: اس کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ جیسے سمع، بصر، کلام وغیرہ کا انکار کرتے ہیں۔

2۔ عدل: معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال حسن ہیں، اور چونکہ بندوں کے افعال قبیح بھی ہوتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق نہیں۔ اسی طرح بندوں کے حق میں جو اچھا اور صالح ہو، اسے بھی اللہ تعالیٰ پر واجب مانتے ہیں، نیز اس عقیدے کے درپردہ تقدیر کا انکار بھی کرتے ہیں۔

3۔ وعدہ اور وعید: نیک مسلمانوں کو ثواب وجنت عطا کرنا، اور کفار وگناہ گاروں کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ پر واجب سمجھتے ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نیکیوں پر ثواب کا وعدہ کیا ہے، اور کفر وگناہوں پر عذاب کی وعید بتلائی ہے، تو وعدہ اور وعید کو پورا کرنا ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔

4۔ منزلہ بین المنزلتین: ان کے نزدیک کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے آدمی دائرۂ ایمان سے نکل جاتا ہے، البتہ کفر میں بھی داخل نہیں ہوتا، بلکہ ایمان اور کفر کے درمیان رہتا ہے، اگر اس حالت میں مر گیا تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

5۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر: لوگوں کو اپنے عقیدے پر لانا واجب جانتے ہیں، چاہے اس کے لیے جبر اور سختی ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

(3)۔۔۔ اگر کوئی شخص ان پانچ اصولوں میں سے ایک دو میں معتزلہ کی موافقت کرے گا تو بھی اس کو معتزلی نہیں کہا جاسکتا، جب تک کہ ان پانچوں اصولوں میں ان کی موافقت نہ کرے، جیساکہ معتزلہ کے امام شیخ خیاط (جس کو امام ذہبی نے علم کا سمندر اور ابو علی جبائی کے مثل قرار دیا ہے)[۳] تحریر فرماتے ہیں:

> **وليس يستحق أحد منهم اسم الاعتزال حتى يجمع القول بالأصول الخمسة: التوحيد، والعدل، والوعد والوعيد، والمنزلة بين المنزلتين، والأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، فإذا كملت فى الإنسان هذه الخصال الخمس فهو معتزلى.**[۴]
>
> ترجمہ: اور ان (ایک دو اصولوں میں معتزلہ کی موافقت کرنے والوں) میں سے کوئی بھی "اعتزال" کے نام کا مستحق نہیں ہو گا، یہاں تک کہ ان پانچ اصولوں کا قائل ہو، توحید، عدل، وعدہ اور وعید، منزلہ بین المنزلتین، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ جب یہ پانچوں اوصاف کسی میں مکمل ہوں گے تو وہ معتزلی ہو گا۔

اس تمہید کے بعد اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ امام ابو بکر جصاص کے معتزلی ہونے یا نہ ہونے سے متعلق اہلِ علم میں کافی اختلاف ہے، اور عربی زبان میں اس پر کافی مواد جمع ہو چکا ہے، ذیل میں دلائل سے امام جصاص کے معتزلی ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

امام جصاص کے معتزلی ہونے پر دلائل:

جو حضرات امام جصاص کو معتزلی، یا مذہب اعتزال کی طرف مائل اور اس سے متاثر کہتے ہیں، وہ عموماً درج ذیل امور سے استدلال کرتے ہیں۔

(الف)۔۔۔ بعض تذکرہ نگاروں نے امام جصاص کو معتزلی اور مذہبِ اعتزال کی جانب میلان رکھنے والا قرار دیا ہے۔

علامہ ذہبی تحریر فرماتے ہیں:

وقیل: کان یمیل إلی الاعتزال، وفی توالیفه ما یدل علی ذلك فی رؤیة الله وغیرھا، نسأل الله السلامة. (۵)

کہا گیا ہے کہ وہ مذہبِ اعتزال کی طرف مائل تھے، اور ان کی تالیفات میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت وغیرہ سے متعلق ایسی چیزیں ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ سے ہم سلامتی مانگتے ہیں۔

اسی طرح بعض دیگر اہل علم نے بھی امام جصاص کو مذہبِ اعتزال سے متاثر مانا ہے، چنانچہ ڈاکٹر محمد سید حسین رقم طراز ہیں:

نجد الجصاص یمیل إلی عقیدة المعتزلة، ویتأثر بھا فی تفسیرہ. (۶)

ہم جصاص کو معتزلہ کے عقیدے کی طرف مائل، اور تفسیر میں اس سے متاثر پاتے ہیں۔

(ب)۔۔۔ امام جصاص کو طبقاتِ معتزلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ المہدی لدین اللہ احمد بن یحیی معتزلی (ت:840ھ) نے انہیں "طبقات المعتزلة" میں بارہویں طبقے میں ذکر کیا ہے۔ (۷)

نیز منصور باللہ نے بھی امام جصاص کو "طبقاتِ معتزلہ" میں ذکر کیا ہے۔ (۸)

(ج)۔۔۔ امام جصاص کے متعدد اساتذہ معتزلی تھے، جن میں سرِ فہرست ان کے خاص استاد، مشہور و معروف امام ابو الحسن کرخی ہیں، بلکہ ان کو "**رأسا فی الاعتزال**" کہا گیا ہے۔ (۹)

(د)۔۔۔ امام جصاص نے اہل سنت اور معتزلہ کے درمیان اختلافی مسائل میں سے متعدد نظریات میں معتزلہ کا مذہب اپنایا اور راجح قرار دیا ہے۔ ان مسائل میں سے بعض درجِ ذیل ہیں۔

1:۔ رؤیتِ باری تعالیٰ کا انکار:

اہلِ سنت اور معتزلہ کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ قیامت کے دن باری تعالیٰ کی رؤیت ہو گی یا نہیں؟ اہل سنت کے نزدیک رؤیت ممکن ہے، اور نصوص سے یہ بات ثابت ہے کہ جنت میں رؤیتِ باری تعالیٰ ہو گی۔

جبکہ معتزلہ اسے نہیں مانتے، جیساکہ قاضی عبد الجبار معتزلی لکھتے ہیں:

و مما یجب نفیه عن الله تعالی الرؤیة.[10]

ترجمہ: جن اشیاء کی اللہ تعالی سے نفی کرنا واجب ہے، ان میں سے ایک رؤیت ہے۔

امام جصاص نے بھی اس مسئلے میں معتزلہ کی موافقت کی ہے، چنانچہ احکام القرآن میں "**{لا تدرکه الأبصارُ}**" آیت کے تحت فرماتے ہیں:

فلما تمدح بنفی رؤیة البصر عنه لم یجز إثبات ضده و نقیضه بحال.

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ذات سے رؤیت کی نفی بطورِ مدح بیان کی ہے تو اس کی ضد اور نقیض (یعنی رؤیت) کا اثبات کسی طور پر جائز نہیں ہو گا۔

اور جس آیت سے رؤیت پر استدلال کیا جاتا ہے، اس میں انہوں تاویل کی ہے، جیساکہ لکھتے ہیں:

ولا یجوز أن یکون مخصوصا بقوله تعالی {وجوه یومئذ ناضرة إلی ربها ناظرة} لأن النظر محتمل لمعان، منه انتظار الثواب.

یعنی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "**{وجوه یومئذ ناضرة إلی ربها ناظرة}**" (ترجمہ: اس دن کئی چہرے تر و تازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے) سے پہلی آیت کی تخصیص نہیں ہو سکتی، کیونکہ لفظِ "**نظر**" متعدد معانی کا احتمال رکھتا ہے، ان میں سے ایک ثواب کا انتظار بھی ہے۔

اسی طرح جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے، ان میں تاویل و توجیہ کرتے ہیں، جیساکہ مندرجہ ذیل عبارات سے یہ بات معلوم ہو گی۔

والأخبار المرویة فی الرؤیة إنما المراد بها العلم لو صحت ۔۔۔ لأن الرؤیة بمعنی العلم مشهورة فی اللغة.[11]

ترجمہ: رؤیتِ باری تعالیٰ کے بارے میں مروی احادیث اگر درست ہوں تو وہاں رؤیت سے مراد علم ہے۔۔۔ کیونکہ لغت میں رؤیت کا علم کے معنی میں استعمال مشہور ہے۔

2:۔ سحر و جادو کی حقیقت سے انکار:

اہل سنت کے نزدیک سحر کی حقیقت ہے، وہ محض ایک تخیلی چیز نہیں، جبکہ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں[۱۲]، امام جصاص نے بھی معتزلہ کی طرح سحر کی حقیقت اور اس کے اجسام وغیرہ پر اثرات کا انکار کیا ہے، بلکہ اسے ایک تخیلی چیز قرار دیا ہے، اور جن آیات میں سحر کا ذکر ہے، ان میں تاویل کرتے ہیں، اور سحر کے بارے میں وارد احادیث کا انکار کرتے ہیں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر ہونے سے متعلق بخاری و مسلم کی روایت کو منگھڑت کہا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وقد أجازوا من فعل الساحر ما هو أطم من هذا وأفظع، وذلك أنهم زعموا أن النبي عليه السلام سحر، وأن السحر عمل فيه حتى قال فيه: "إنه يتخيل لي أني أقول الشيء وأفعله ولم أقله ولم أفعله" وأن امرأة يهودية سحرته في جف طلعة ومشط ومشاقة، حتى أتاه جبريل عليه السلام فأخبره ۔۔۔ ومثل هذه الأخبار من وضع الملحدين.[۱۳]

ترجمہ: لوگوں نے ساحر کے اس سے بڑے اور شنیع فعل کی اجازت دی ہے، اور یہ گمان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا گیا، اور سحر نے آپ ﷺ پر اثر بھی کیا، یہاں تک آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے ایسے لگتا تھا کہ میں نے کوئی بات کہی ہے یا کام کیا ہے، جبکہ میں نے وہ بات نہیں کہی ہوتی تھی، اور وہ کام بھی نہ کیا ہوتا تھا، اور یہ ایک یہودی عورت نے کھجور کے خوشے کے غلاف، کنگھی اور اس سے جھڑنے والے بالوں میں سحر کیا تھا، یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر خبر دی۔۔۔ اس قسم کی احادیث ملحدین کی وضع کردہ ہیں۔

اسی طرح بعض دیگر صفات میں بھی معتزلہ کا مذہب اپنایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امام جصاص معتزلی تھے، یا کم از کم اعتزال کی سے متاثر اور اس کی طرف مائل تھے۔

امام جصاص کو معتزلی ثابت کرنے والے دلائل کا جواب:

اگر دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو پہلے تین دلائل سطحی معلوم ہوں گے۔

پہلی دلیل کا جواب:

اولاً: امام جصاص کا تذکرہ لکھنے والے بیسیوں حضرات میں سے صرف چند ایک نے انہیں معتزلی یا اعتزال کی جانب مائل کہا ہے، باقی بہت سے سوانح نگاروں نے ان کو اعتزال کی طرف منسوب نہیں کیا۔

ثانیاً: جن حضرات نے امام جصاص کو معتزلی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان کے پیشِ نظر وہ بعض مسائل تھے جن میں امام جصاص بظاہر معتزلہ کے موافق معلوم ہوتے ہیں، جیسے مسئلہ رؤیتِ باری تعالی اور مسئلہ انکار سحر وغیرہ۔ لیکن آگے دلیل نمبر چار کے جواب سے معلوم ہو گا کہ ان مسائل میں بھی امام جصاص نے معتزلہ کی تقلید نہیں کی۔

دوسری دلیل کا جواب:

ابن المرتضی معتزلی وغیرہ کے امام جصاص کو طبقاتِ معتزلہ میں ذکر کرنے سے ان کا معتزلی ہونا لازم نہیں آتا؛ کیونکہ ابن المرتضی نے خلفائے راشدین اور بعض دیگر صحابہ کرام کو بھی طبقاتِ معتزلہ میں ذکر کیا، اور پہلے طبقے میں ان کو شمار کیا ہے[۱۴]۔ تو جس طرح طبقات معتزلہ میں ان صحابہ کرام کے ذکر سے ان کا معتزلی ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح امام جصاص کا طبقات معتزلہ میں ذکر ان کے معتزلی ہونے کی دلیل نہیں قرار دیا جاسکتا۔

تیسری دلیل کا جواب:

امام کرخی وغیرہ کو معتزلی قرار دینا محلِ نظر ہے، اگر بالفرض انہیں معتزلی مان لیا جائے تو بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے شاگرد امام جصاص بھی معتزلی ہوں؛ کیونکہ ائمہ کرام، خصوصاً متقدمین میں سے شاید ہی کوئی ایسا فقیہ یا محدث وغیرہ ہو جس کے اساتذہ معتزلہ، اہلِ تشیع یا خوارج وغیرہ میں سے نہ ہوں۔ امام شافعی ہوں یا امام بخاری، ان کے بعض مشہور اور خاص اساتذہ بھی اہلِ بدعت میں سے تھے۔ لہٰذا امام جصاص کے بعض اساتذہ اگر معتزلہ ہوں تو بھی اس سے امام جصاص کا معتزلی ہونا لازم نہیں آئے گا۔

چوتھی دلیل کا جواب:

اگر سرسری نظر سے دیکھا جائے تو ایسا محسوس ہو گا کہ امام جصاص نے انکارِ رؤیت اور انکارِ سحر وغیرہ مسائل میں معتزلہ کی موافقت کی ہے، لیکن در حقیقت اس طرح نہیں، جس کی وضاحت حسبِ ذیل ہے۔

انکارِ رؤیت کا جواب:

اولاً: امام جصاص نے معتزلی ہونے یا معتزلہ سے متاثر ہونے کی وجہ سے رؤیت باری تعالیٰ کا انکار نہیں کیا، بلکہ یہ ان کی اپنی تحقیق تھی، اور دلائل سے انہیں "انکارِ رؤیت" وغیرہ کا مسلک راجح لگا ہو گا۔ اگرچہ بظاہر اس سے معتزلہ کی موافقت ہو گئی ہو، لیکن حقیقت میں یہ ان کی اپنی رائے اور تحقیق تھی، معتزلہ کی پیروی اور تقلید نہیں تھی، تو یہ ان کا ایک قسم کا تفرد ہوا۔

ثانیاً: بعض سلف صالحین مثلاً امام مجاہد وغیرہ نے بھی رؤیتِ باری تعالیٰ سے انکار کو راجح قرار دیا ہے، اور جن آیات سے رؤیت کا اثبات ہو رہا ہے، ان کی تاویل کی ہے(۱۵)۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام جصاص نے ان حضرات کی رائے راجح قرار دی ہے، نہ کہ معتزلہ کی رائے۔

انکارِ حقیقتِ سحر کا جواب:

اولاً: سحر کی حقیقت اور اس کے اجسام وغیرہ پر اثرات سے انکار متعدد اہل علم حضرات سے منقول ہے، جن میں ابو اسحاق اسفرائینی شافعی(۱۶) اور امام ابو حنیفہ بھی شامل ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر نے وزیر ابو المظفر ابن ہبیرہ کا قول نقل کیا ہے:

> **أجمعوا على أن السحر له حقيقة إلا أبا حنيفة فإنه قال: لا حقيقة له عنده.** (۱۷)
>
> ترجمہ: اہلِ علم نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ سحر کی حقیقت ہے، سوائے امام ابو حنیفہ کے، کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ ان کے نزدیک سحر کی کوئی حقیقت نہیں۔

لہٰذا اس مسئلے میں امام جصاص نے معتزلہ کی اقتداء نہیں کی، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہیں ہو گا کہ انہوں نے امام صاحب کی پیروی کی ہے۔ اس لیے اس مسئلے سے امام جصاص کے اعتزال پر استدلال کرنا درست نہیں ہو گا۔

ثانیاً: اگر امام ابو حنیفہ کی طرف حقیقتِ سحر سے انکار والی بات کی نسبت درست نہ ہو، اور امام صاحب بھی جمہور کی طرح حقیقتِ سحر کے قائل ہوں تو بھی ظاہری موافقت سے امام جصاص کو معتزلی نہیں قرار دیا جا سکتا، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ یہ امام جصاص کی اپنی تحقیق تھی، ان کے نزدیک حقیقتِ سحر سے انکار راجح تھا، اور یہ ضروری نہیں کہ ان کا ہر قول درست ہو۔

اسی طرح سحر کی حقیقت سے متعلق احادیث صحیحہ کا انکار بھی امام جصاص کی اپنی رائے تھی جس کا درست ہونا ضروری نہیں۔

امام جصاص کو معتزلی نہ ماننے والوں کے دلائل:

امام جصاص کی کتب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ اہلِ سنت والجماعت سے ہیں، معتزلی نہیں ہیں، بلکہ ان کی کتب میں تو معتزلہ اور ان کے عقائد پر اچھا خاصا رد موجود ہے، ذیل میں اجمالی طور پر امام جصاص کے معتزلہ میں سے نہ ہونے پر چند دلائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

عذابِ قبر کا اثبات:

معتزلہ عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں، جیسا کہ امام ابو الحسن اشعری نے ذکر کیا ہے[۱۸]۔ لیکن امام جصاص نے متعدد مقامات پر اسے ثابت کیا ہے، اور اس کا نکار کرنے والوں پر رد کیا ہے، چنانچہ امام جصاص سورت بقرہ کی آیت (154) کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

فثبت أن المراد الحياة الحادثة بعد موتهم قبل يوم القيامة. وإذا جاز أن يكون المؤمنون قد أحيوا في قبورهم قبل يوم القيامة، وهم منعمون فيها، جاز أن يحيا الكفار في قبورهم فيعذبوا، وهذا يبطل قول من ينكر عذاب القبر. [۱۹]

ترجمہ: پس ثابت ہوا کہ اس سے مراد ان کی موت کے بعد قیامت سے قبل پیش آنے والی زندگی ہے۔ اور جب یہ بات جائز ہے کہ مؤمن اپنی قبروں میں قیامت سے پہلے زندہ ہوں، اور انہیں نعمتیں دی جاتی ہوں، تو یہ بھی جائز ہوگا کہ کفار کو ان کی قبور میں زندہ کیا جائے اور عذاب دیا جائے، یہ بات عذابِ قبر کا انکار کرنے والے کا قول باطل کر دیتی ہے۔

اسی طرح سورت بقرہ کی آیت (143) کے تحت لکھتے ہیں:

وفي هذه الآية دلالة على بطلان قول من أنكر عذاب القبر. [۲۰]

اس آیت میں اس شخص کے قول کے بطلان پر دلالت ہے جس نے عذابِ قبر کا انکار کیا ہے۔

مرتکبِ کبیرہ کا دائرۂ ایمان سے خارج نہ ہونا:

امام ابو بکر جصاص نے اپنی مشہور کتاب "الفصول فی الاصول" میں امام ابو حنیفہ کا مذہب نقل کیا ہے کہ ارتکابِ کبائر سے مسلمان دائرۂ ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا، بلکہ بدستور مؤمن رہتا ہے، اگر توبہ کیے بغیر اس کا انتقال ہو جائے تو بھی اللہ تعالیٰ پر اس کو عذاب دینا لازم نہیں، بلکہ اگر عذاب دیئے بغیر اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرنا چاہیے تو ایسا کر سکتا ہے۔ اور پھر امام جصاص نے پانچ (5) آیات ذکر کر کے اس مذہب کی تائید کی ہے، بعد ازاں تحریر فرمایا ہے:

وإنما جعل التخليد في النار مقصورا على الكفار بهذه الآيات ونحوها.[٢١]

یعنی ان آیات وغیرہ کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کا عذاب کفار میں منحصر کیا گیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اس سے معتزلہ کے تیسرے اور چوتھے اصول یعنی وعدہ، وعید اور منزلہ بین المنزلتین کی صریح مخالفت ہوتی ہے۔

خلاصۂ کلام:

اس پوری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ امام جصاص اہلِ سنت میں سے ہیں، ان کی کتب اس بات پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔ اور چند ایک مسائل کو لے کر ان کو معتزلی قرار دینا، یا اعتزال کی جانب مائل اور اس سے متاثر سمجھنا ایک کمزور اور سطحی رائے ہے؛ کیونکہ پہلی بات یہ ہے کہ ان چند مسائل میں امام جصاص نے اپنی تحقیق سے جمہور اہل سنت کے خلاف موقف کو راجح قرار دیا ہے، تو ایسے مسائل ان کے تفردات وشذوذات میں شمار ہوں گے، معتزلہ کی تقلید یا ان سے متاثر ہو کر وہ موقف نہیں اختیار کیا۔

دوسری بات یہ کہ اگر بالفرض ان چند ایک مسائل میں امام جصاص کو معتزلہ کی موافقت کرنے والا مان لیں تو بھی انہیں معتزلی نہیں کہا جاسکتا، جیساکہ تمہید میں "خیاط معتزلی" کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ جب تک کوئی شخص معتزلہ کے پانچوں اصولوں میں موافقت نہ کرے، محض ایک دو اصولوں میں موافقت کرنے سے وہ معتزلی نہیں کہلائے گا۔ اور امام جصاص نے پانچ اصول تو کجا، صرف ایک اصول کے بعض مسائل میں ان کے موافق معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کو معتزلی قرار دینا درست نہیں ہو گا۔

حواشی و حوالہ جات

(۱) الأصول الخمسة للقاضی عبد الجبار، (ص:67)، الناشر: لجنة التالیف والتعریب والنشر لجامعة الکویت، ط:1998م

(۲) انظر لمزید التوضیح! المعتزلة وأصولهم الخمسة وموقف أهل السنة منها لعواد بن عبد الله، (ص:81 ومابعدها)، الناشر: مکتبة الرشد-الریاض، ط:1416ه-1995م

(۳) سیر أعلام النبلاء للذهبی، (134/11)، الناشر: دار الحدیث-القاهرة، ط:1427ه-2006م

(۴) کتاب الانتصار والرد علی ابن الروندی الملحد للخیاط، (ص:126-127)، الناشر: دار الکتب المصریة-القاهرة، ط:1344ه-1925م

(۵) سیر أعلام النبلاء للذهبی، (344/12)

(۶) التفسیر والمفسرون، للدکتور محمد السید حسین الذهبی، (2/326)، الناشر: مکتبة وهبة-القاهرة

(۷) طبقات المعتزلة، لابن المرتضی، (ص:118)، الناشر: دار مکتبة الحیاة- بیروت، ط:1380ه-1961م

(۸) الإمام أحمد بن علی الرازی الجصاص: دراسة شخصیته وکتبه لعجیل جاسم النشمی، (ص:51)، الناشر: دار القرآن الکریم-الکویت، ط:1400ه-1980م

(۹) تاریخ بغداد للخطیب، (74/12)، الناشر: دار الغرب الإسلامی-بیروت، ط:1422ه-2002م

(۱۰) شرح الأصول الخمسة للقاضی عبد الجبار، (ص: 232)، الناشر: مکتبة وهبة، ط: الثالثة، 1416ه-1996م

(۱۱) أحکام القرآن للجصاص، (6/3)، الناشر: دار الکتب العلمیة-بیروت، ط:1415ه-1994م

(۱۲) الجامع لأحکام القرآن للقرطبی، (46/2)، الناشر: دار الکتب المصریة-القاهرة

(۱۳) أحکام القرآن للجصاص، (58،59/1)

(۱۴) طبقات المعتزلة لأحمد بن یحیی بن المرتضی، (ص:9)

(۱۵) الجامع لأحکام القرآن للقرطبی، (108/9)- فتح القدیر للشوکانی، (407/5)، الناشر: دار ابن کثیر، ط:1414ه

(۱۶) الجامع لأحکام القرآن للقرطبی، (46/2)

(۱۷) تفسیر القرآن الکریم لابن کثیر، (255/1)، الناشر: دار الکتب العلمیة-بیروت، ط:1419ه

(۱۸) الإبانة عن أصول الدیانة لأبی الحسن الأشعری، (ص:247)، الناشر: دار الأنصار-القاهرة، ط:1397ه

(۱۹) أحکام القرآن للجصاص، (113/1)

(۲۰) المصدر السابق: (547/1)

(۲۱) الفصول فی الأصول للجصاص، (103/1)، الناشر: وزارة الأقاف الکویتیة، ط:1414ه-1994م

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، مدیر اعلیٰ مجلہ اَلْفَتْحِیَّہ احمد پور شرقیہ (قسط:۴)

سجدوں کے رفع یدین کا ثبوت، رئیس محمد ندوی غیر مقلد کی زبانی

رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے نماز میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کی متعدد حدیثیں درج کی ہیں۔ جب بقول اُن کے ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا حدیثوں سے ثابت ہے تو یقیناً سجدوں کی تکبیروں کے ساتھ بھی رفع یدین کرنا ثابت ہوا۔ مزید یہ کہ خود ندوی صاحب نے بھی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین میں سجدوں کے رفع یدین کو بھی شامل مانا ہے جیسا کہ آگے آئے گا، ان شاء اللہ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث

ندوی صاحب ''نماز کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کے متعلق حدیث ابن عباس'' عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

''امام ابن ماجہ نے کہا کہ **حدثنا ایوب بن محمد الهاشمی ثنا عمر بن ریاح عن عبد الله بن طاؤ س عن ابیه عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه و سلم کان یرفع یدیه مع کل تکبیرة** یعنی ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر تکبیر انتقال کے ساتھ نماز میں رفع الیدین کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ ج ا ص ۲۸۴) اس سند کے بنیادی راوی عمر بن ریاح عبدی بصری ضریر مجروح و غیر ثقہ ہیں۔ (میزان الاعتدال و تہذیب التہذیب و الکامل لابن عدی و الضعفاء للعقیلی و المجروحین لابن حبان) اس سے اس روایت کے ناقل ایوب بن محمد ہاشمی ثقہ ہیں۔ (عام کتب رجال) لیکن ظاہر ہے کہ سند مذکور کے ساتھ اس روایت کے ساقط الاعتبار ہونے سے اس مضمون کے صحیح ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیوں کہ اس روایت کا مضمون معتبر سندوں کے ساتھ ثابت ہے لہٰذا یہ روایت بھی بطور تائید اس مضمون کے لیے مفید ہی ہے۔''

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقۂ نماز صفحہ ۳۷۱)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث

ندوی صاحب ''نماز کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کے متعلق حدیث جابر بن عبد اللہ'' عنوان کے تحت

لکھتے ہیں:

”زیال بن حنظلہ نے کہا کہ میں نے جابر عبد اللہ سے رضوانی صحابہ کی تعداد پوچھی تو موصوف نے چودہ سو بتلائی اور یہ بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۰ و مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۱ و تاریخ کبیر للبخاری ج ۴ ق ۲ ص ۱۰۵) اس روایت کی سند کے راوی نصر بن باب بن سہل خراسانی مروزی متوفی ۱۹۳ھ متروک و غیر ثقہ ہیں۔ (لسان المیزان ج ۶ ص ۱۵۰، ۱۵۱ و عام کتب رجال) نصر نے یہ روایت حجاج بن ارطاۃ سے نقل کی جو مختلف فیہ مدلس ہیں اور موصوف نے اس کی نقل میں تدلیس کی ہے۔ بایں ہمہ اس کا مضمون معتبر اسانید سے ثابت ہے اس لیے اس سے اصل مضمون کی تائید ہوتی ہے۔“
(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقۂ نماز صفحہ ۳۷۲)

ندوی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”امام ابن ماجہ نے کہا: عمر بن قتادہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ہر تکبیر میں رفع الیدین کرتے تھے۔“ (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۸۳ والضعفاء للعقیلی ج ۱ ص ۶۴ والمجروحین ج ۱ ص ۳۰۴ و معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۲۱۸ و خطیب بغدادی ج ۱۱ ص ۴۰۰) اس روایت کی سند کے بنیادی راوی رفدہ بن قضاعہ غسانی متروک و غیر ثقہ ہیں اور ان سے اوپر والی سند میں عبید اللہ اور ان کے باپ دادا کے درمیان انقطاع ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۴۶،۲۴۵ ترجمہ رفدہ بن قضاعہ) اس کے باوجود اس روایت کا مضمون معتبر سندوں کے ساتھ ثابت ہے۔ اس لیے یہ روایت مضمون مذکور کی مؤید ہے، اسی وجہ سے امام عقیلی نے اسے نقل کرکے اور اسے ساقط الاعتبار قرار دے کر کہا کہ ”**الروایۃ فی ھذا الباب ثابتۃ عن جماعۃ من اصحاب النبی علیہ السلام فاماھذا الاسناد فلا یعرف الا من حدیث رفدۃ ھذا**“: یعنی اس مضمون کی روایت کئی صحابہ کی جماعت سے ثابت ہے مگر اس کی یہ سند صرف رفدہ مذکور سے معروف ہے۔ (الضعفا للعقیلی ج ۲ ص ۶۵) امام عقیلی کے اس بیان سے واضح ہے کہ سجدہ کے وقت رفع الیدین والی حدیث نبوی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معتبر سندوں کے ساتھ کئی صحابہ نے روایت کر رکھا ہے اور ہماری پیش کردہ تفصیل سے ناظرین کرام پر واضح ہو

گیا ہے کہ فی الواقع حدیث مذکور کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی صحابہ کا روایت کرنا معتبر سندوں کے ساتھ متحقق ہے۔"

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقۂ نماز صفحہ ۳۷۲)

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ ساری روایات ہم نے عبد اللہ بن زبیر سے مروی شدہ اس حدیث کے متابع و شواہد کے طور پر پیش کی ہیں جن سے مستفاد ہوتا ہے کہ ابن زبیر تعلیم صدیقی و تعلیم نبوی کے مطابق تحریمہ ور کوع اور سجدہ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے البتہ یہ بھی ثابت ہے کہ سجدہ کے وقت والا رفع الیدین آپؐ اور صحابہ بعض اوقات ترک کر دیا کرتے تھے کیوں کہ وہ مؤکد نہیں بلکہ غیر مؤکد سنت ہے۔"

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقۂ نماز صفحہ ۳۷۳)

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

"واضح رہے کہ بوقت سجدہ رفع الیدین کے اثبات میں جو روایات ہم نے پیش کی ہیں وہ اپنی معلومات کی حد تک ہیں ورنہ ہم کو یقین ہے کہ ذخائر احادیث اور کتب احادیث میں تلاش و تتبع سے اس سے زیادہ روایات حاصل ہو سکتی ہیں۔ قلت فرصت اور دوسرے امور کے ساتھ کثرت اشتغال و شدت انہاک کے باعث ہم تلاش و تتبع کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکے۔ جتنی روایات ہم نے بوقت سجدہ رفع الیدین کے ثبوت میں پیش کی ہیں جن میں کچھ ضعیف و کچھ صحیح ہیں وہ سب کی سب بوقت رکوع رفع الیدین پر بھی صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں... حافظ ابن حزم و شیخ اکبر ابن عربی بھی تکبیرات انتقال پر رفع الیدین کو مستحب مانتے ہیں۔"

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقۂ نماز صفحہ ۳۷۳)

ندوی صاحب کے اعتراف کے مطابق حدیثوں سے سجدہ اور رکوع دونوں کا رفع یدین ثابت ہے مگر غیر مقلدین کا عمومی طرز عمل یہ ہے کہ وہ سجدوں کی رفع یدین پر عمل پیرا نہیں۔ مزید یہ کہ ندوی صاحب نے اس بحث میں وحدۃ الوجود کے علمبردار ابن عربی کی تحقیق کو بھی پیش کیا ہے۔ جب کہ عام غیر مقلدین ابن عربی کے عقائد کو کفریہ کہتے ہیں۔

ناصر رامپوری مصباحی (بریلوی)

مولانا گنگوہی کی طرف فتوئ وقوعِ کذب کا انتساب
فاضل بریلوی اور علماے بریلی کا کردار قابلِ احتساب

مولانا احمد رضا بریلوی صاحب نے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب پر وقوعِ کذب بالفعل کے قول و فتوی کا جو انتساب و اثبات کیا ہے اس کی بنیاد بھی بہت کم زور ہے، المعتقد اور حسام الحرمین دونوں کتابوں میں مولانا احمد رضا صاحب بریلوی کی دلیل یہ ہے کہ میں نے ایک وقوع کذب بالفعل پر مشتمل فتویٰ اپنی آنکھ سے دیکھا جس پر مولانا گنگوہی کے دستخط ہیں اور مہر لگی ہے، اس کی فوٹو کاپی میرے پاس ہے۔

یہ دلیل کم زور اس لیے ہے کہ مشہور قاعدہ ہے "**الخط یشبہ الخط**" یعنی تحریر تحریر سے مشابہ ہوتی ہے۔ اسی طرح مُہر مُہر کے مشابہ ہوتی ہے، تو یہ بھی بے اعتبار ہے۔

اس کا جواب مفتی شریف الحق امجدی صاحب نے یہ دیا ہے کہ یہ صرف بابِ قضا کا قاعدہ ہے، خط و مہر صرف باب قضا میں غیر معتبر ثبوت ہے، بابِ افتا میں نہیں۔ لیکن امجدی صاحب کا یہ مغالطہ ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ قضا اور افتا میں جو بنیادی فرق ہے وہ الزام علی الغیر اور عدمِ الزام علی الغیر کا ہے، یعنی قاضی (یعنی شرعی جج، شرعی کورٹ) جب کوئی حکم دیتا ہے تو وہ متعلقہ شخص پر نافذ ہوتا ہے لازم ہوتا ہے، قاضی کہہ دے کہ فلاں چور ہے تو وہ چور ہی مانا جائے گا، وہ کہہ دے کہ فلاں کافر ہے تو وہ کافر ہی مانا جائے گا۔

اس طرح قاضی کے فیصلہ اور حکم میں الزام علی الغیر ہوتا ہے یعنی اس کا حکم و فیصلہ سامنے والے متعلقہ پر **لازم النفاذ** اور **واجب التنفیذ** ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ قضا میں ادنا سے اعلا قاضی و عدالت میں اپیل کی گنجائش بھی باقی رہتی ہے، جیسے سِوِل کورٹ سے ہائی کورٹ اور ہائی کورٹ سے سپریم کورٹ میں نچلی عدالت کے فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی جاسکتی ہے،، اس طرح کورٹ میں بھی جرم و سزا کا معاملہ ایک دم، ایک ہی جج اور عدالت سے طے نہیں ہوتا۔

جب کہ فتوی میں الزام علی الغیر نہیں ہوتا، یعنی فتویٰ کسی کے ذاتی نام سے بھی لے لیا جائے تب بھی وہ نام زد شخص پر لازم النفاذ نہیں ہوتا، یعنی فتوی میں کسی کو نامزد چور بنا دیا تو صرف اتنی بات سے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا

جا سکتا، ویسے ہی کسی کو کافر کہہ دیا تو وہ کافر نہیں مانا جائے گا، **الزام علی الغیر** میں "غیر" سے مراد منکر شخص ہے، یعنی جو جرم سے انکار کرے، جو کہے کہ مجھے غلط مجرم بنایا گیا ہے، میں نے یہ جرم نہیں کیا ہے وغیرہ۔

"**الزام علی الغیر**" پر غور کیجیے تو پتا چلے گا کہ الزام صرف غیر یعنی منکرِ جرم پر نہیں ہوتا، لیکن اگر کوئی خود سے اپنا جرم قبول کر لے تو اب اُس پر فتوی کے رو سے "**الزام علی نفسه**" ہو جائے گا، یعنی اب اس پر فتویٰ لازم الیہ فیہ ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ فتوی اس پر نافذ ہو گا جو اپنا جرم قبول کر لے، ورنہ نہیں، جب کہ قضا ہر حال میں نافذ ہی ہو گا جب تک اوپری عدالت اسٹے نہ دے، اسی لیے قضا میں شرعی شہادت گزارنا، مخالف کے موقف کو بھی بلوا کر سننا، اس سے اس کی دلیلیں سننا وغیرہ واجب ہوتا ہے اور یہ ضروری ہے اس کے بغیر قاضی فیصلہ جاری نہیں کر سکتا، بر خلاف فتوی کے۔

جب یہ بات سمجھ میں آگئی، تو اب یہ سمجھیے کہ "**الخط یشبه الخط**" (تحریر تحریر کے مشابہ ہوتی ہے) اور الخاتم یشبہ الخاتم (مہر مہر کے مشابہ ہوتی ہے)، یہ باب افتا میں اس لیے نہیں کہا جاتا کہ فتوی چاہے کسی کے ذاتی نام سے ہو یا زید و بکر کے فرضی نام سے، یہ کسی منکرِ جرم اور خصمِ مقدمہ پر **لازم النفاذ** اور **واجب التنفیذ** نہیں ہوتا۔

مفتی کسی کو کافر دے، کسی کو چور کہہ دے، کسی کو زانی کہہ دے، اس کے کہہ دینے سے دوسرا ایسا ہو نہیں جاتا، جب تک وہ اپنے کفر و جرم و سرقہ کا خود اقرار نہ کر لے، لہٰذا جب فتوی میں **الزام علی الخصم** اور **الزام علی المنکر** ہوتا ہی نہیں تو فتویٰ میں سخت شرطوں کی ضرورت ہی نہیں۔

بلکہ ایک مفتی اگر اسی بات سے انکار کر دے اور کہہ دے کہ وہ فتویٰ میں نے نہیں دیا ہے تو ہم صرف دستخط اور مہر کو اس کے خلاف ثبوتِ شرعی اور دلیلِ شرعی نہیں بنا سکتے، بلکہ اب باضابطہ شہادتِ شرعی پیش کرنا ہو گی اور اس طرح یہ مسئلہ افتا کے بجائے قضا میں پہنچ جائے گا، تو فتویٰ نامزد ہو یا بغیر نام، یہ اصلاً سوال کا جواب ہے، فتوی میں مفتی اس بات کا ذمہ دار ہے کہ اس نے سوال کے مطابق جواب دیا ہے، وہ اس بات کا ذمہ دار نہیں کہ استفتا میں جس پر الزام ہے اس نے اس کا ارتکاب بھی کیا ہے۔

مفتی شریف الحق امجدی صاحب کہتے ہیں کہ دستخطی و مہری فتوؤں کو دنیا معتبر مانتی ہے۔ مفتی صاحب نے یہاں پھر بڑی عامیانہ اور سطحی بات کہی اور مغالطہ دیا ہے، کیوں کہ اصل میں فتوے صرف اس حد تک ہی معتبر

مانے جاتے ہیں کہ پرچہ میں جو سوال و جواب ہے وہ جواب مطابقِ سوال ہے، اور دوسری بات وہ صرف عدمِ مخالفت اور عدم انکار کی صورت ہی میں معتبر مانے جاتے ہیں۔

اب رہا یہ کہنا کہ دستخط اور مہر دیکھ کر دنیا یہ بھی مانتی ہے کہ یہ فلاں مفتی صاحب کا فتوی ہے، تو بے شک یہ مانتی ہے، لیکن دنیا اس لیے ایسا مانتی ہے اور معتبر جانتی ہے کہ عموماً مفتی کو اس سے انکار نہیں ہوتا، لیکن اگر وہ اپنا فتوی ہونے کا انکار کر دے تو اب یہ ماننا اور اعتبار کرنا سب ختم ہو جائے گا، بلکہ اب جو بھی کہے گا کہ یہ فلاں مفتی صاحب ہی کا فتوی ہے اس پر شہادتِ شرعی واجب ہو گی، اب صرف خط و مہر کافی دلیل نہیں، ویسے ہی انکاری مفتی کے اوپر اپنے انکار پر حلف واجب ہو گا، جسے **"البینۃ علی المدعی و الیمین علی من انکر"** کہا جاتا ہے۔

تو بات یہ چل رہی تھی کہ فاضل بریلوی صاحب کے پاس سوائے دستخط اور مہر کے کوئی دلیل نہیں، کوئی شہادت شرعی نہیں، اس لیے ان کا دعوی کہ یہ مولانا گنگوہی کا ہی فتویٰ ہے شرعاً لائقِ اعتنا نہیں، بلکہ ایک طرح سے بلا ثبوتِ شرعی یہ انتساب شرعی جرم ہے، اور مفتیان حرمین کی منصبی ذمہ صرف سوال کا جواب دینے کی تھی جو انہوں نبھائی اور تصدیق کر دی کہ جواب سوال کے مطابق ہے، تو فتویٔ وقوع کذب سے متعلق فاضل بریلوی صاحب کے دعوی سے نہ شرعاً مولانا گنگوہی کی صحت پر کچھ اثر پڑا، اور نہ مفتیانِ عرب کی صحت پر کچھ فرق پڑا۔

ایک بات مفتی شریف الحق امجدی صاحب نے یہ بھی کہی ہے کہ اس فتویٰ سے مولانا گنگوہی کا انکار ثابت نہیں ہے اور ان کے زمانے میں فتوی کئی جگہ سے شائع ہوا، رد ہوا وغیرہ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو پوری بریلوی جماعت کے پاس اس بات کا کوئی ثبوتِ شرعی موجود نہیں کہ اس کی خبر مولانا گنگوہی تک پہنچی بھی کہ ان کی طرف وقوعِ کذب کا کوئی فتوی منسوب کیا گیا ہے، جب کہ کفر و تکفیر کلامی کے لیے اٹکل کافی نہیں کہ خبر پہنچی ہو گی، ایسا ہوا ہو گا، ویسا ہوا ہو گا، یہ "ہوا ہو گا" کوئی دلیل نہیں، ہاں تکفیر سے کفِ لسان کے لیے بعض ایسے حیلے حسنِ ظن کے قاعدہ سے معتبر ہو سکتے ہیں، جیسا کہ مفتی مطیع الرحمن رضوی صاحب نے اپنی کتاب اہل قبلہ کی تکفیر میں احتمال بلا دلیل تک کو معتبر مانا ہے۔

تو جب شرعاً یہ ہی ثابت نہیں کہ کسی ایسے فتوی کی خبر مولانا گنگوہی تک پہنچی بھی، تو عدم انکار کو کیسے دلیل بنایا جا سکتا ہے؟ انکار یا عدم انکار یہ علم کی فرع ہے، انکار یا عدم انکار سے پہلے آدمی کو بات کا علم ہونا ضروری ہے، نہ کہ انکار یا عدم انکار جہل اور بے خبری کی فرع ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ نفسِ "عدم انکار" کو دلیل بنانا بھی علمی مغالطہ دینا ہے، کیوں کہ عدم انکار سے ضرورتاً یا عرفاً مثبت چیزیں ثابت ہوتی ہیں، جرائم ثابت نہیں ہوتے، جیسے نکاح ایک مثبت عمل ہے وہ مصلحتاً اور ضرورتاً منعقد ہو جاتا ہے، لیکن عدم انکار سے طلاق ثابت نہیں ہوگی، مگر یہ کہ اس کے خلاف شہادت گزر جائے، تو اب یہ بات الگ ہے، لیکن صرف عدم انکار سے طلاق، زنا، چوری، قتل وغیرہ ثابت نہیں ہوسکتے. بلکہ ان پر شہادت پیش کی جانی واجب ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ جب صرف خط اور مُہر سے قضا کا کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ وہ مشتبہ ثبوت ہیں پختہ ثبوت نہیں، لہذا سرقہ، زنا، قتل تو ہرگز ثابت نہیں ہوتے، یعنی حدود و قصاص ثابت نہیں ہوتے، تو غور کیجیے کسی کے خلاف کفر اور وہ بھی کفرِ کلامی و تکفیرِ کلامی کیسے ثابت ہوسکتے ہیں؟ اور اس کی وجہ سے کسی کی تکفیر کلامی کیسے کی جاسکتی ہے؟ سرقہ میں عضو تلف ہوتا ہے، زنا اور قتل میں جان، لیکن کفر و تکفیر میں جان اور ایمان دونوں تلف ہوتے ہیں تو سب سے سنگین جرم اتنی آسانی بلکہ سب سے آسانی سے کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟

تو خلاصہ یہ کہ فتویٰ وقوعِ کذب کے حوالے سے فاضل بریلوی صاحب کا دعوی محض بلا دلیل ہے، بلکہ معاف رکھا جائے تو عرض کروں کہ جب علماے بریلی کفر پلٹنے کے قائل ہیں تو جب یہ کفرِ کلامی بے دلیل ایک تہمت سے زیادہ نہیں تو علماے بریلی کے موقف کے مطابق یہ کفر خود فاضل بریلوی صاحب کی طرف پلٹ جائے گا۔

اب آجایئے علماے بریلی کے اس دعویٰ کی طرف کہ فتویٰ سے مولانا گنگوہی کا انکار ثابت نہیں ہے، تو یہ بھی غلط ہے، اصل یہ ہے کہ انکار ثابت ہے، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری دربھنگہ اپنے "رسائل چاندپوری" میں صراحت کرتے ہیں کہ مولانا گنگوہی سے میری راست خط و کتاب ہوئی ہے، جب میں نے ان سے فتوی کے انتساب سے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے صاف انکار کیا، انہوں نے کہا کہ میرا ایسا کوئی فتوی نہیں ہے.

مولانا مرتضیٰ حسن دربھنگہ کے علاوہ مولانا منظور نعمانی مدیر ماہنامہ الفرقان بریلی نے بھی دعوی کیا ہے کہ بریلی کے بعض عقیدت مندانِ دیوبند نے بھی اپنے طور پر مولانا گنگوہی سے رجوع کیا تو مولانا نے ایسے کسی فتوی سے صاف انکار کیا۔

پھر مولانا گنگوہی کے فتاوی رشیدیہ میں وقوعِ کذب کے خلاف ان کے صاف صریح بعض فتاوی بھی موجود ہیں، جن سے ان کا موقف صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقوعِ کذب کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔

اب یہاں آخری بات اور سمجھ لیجیے، ابھی ہم نے زیر بحث وقوع کذب والے فتویٰ کے نفسِ متن کا علمی و شرعی جائزہ نہیں لیا ہے، کبھی وقت ملا تو اس پر الگ سے گفتگو ہو گی، کیوں کہ اس کے متن کا علمی و شرعی تجزیہ ایک مستقل موضوع ہے. نیز علمائے بریلی براہین قاطعہ وغیرہ سے جو استدلال کرتے ہیں، اس پر بھی ابھی ہم نے بات نہیں کی ہے، ان شاء اللہ کبھی اس پر بھی گفتگو ہو گی۔

لیکن ان دونوں باتوں پر ہم سر دست یہ ضرور عرض کریں گے کہ فی الوقت بات فاضل بریلوی کی چل رہی ہے اور ان کی المعتقد اور حسام الحرمین کی چل رہی ہے، ان دونوں کتابوں میں فتویٰ وقوع کذب کے انتساب کا دعوی بے دلیل ہے جو ایک تہمت سے زیادہ کچھ نہیں، بلکہ علمائے بریلی کے رجوعِ کفر کے قاعدہ سے کفر راجع ہے فاضل بریلوی کی طرف۔

لہذا اگر علمائے بریلی آج دیگر طریقوں سے وقوع کذب کی بات ثابت کرتے ہیں تو یہ الگ بات ہے کہ ان کے اثبات میں شرعاً کتنا دم ہے، لیکن ان کی آج کی اپنی کوششیں، اپنی کھوجیں اور اپنے استدلالات، فاضل بریلوی کے دفاع میں دلیل نہیں سکتے، آج کی ان کی کوششیں فاضل بریلوی کے بچاؤ میں مفید نہیں۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے خود علمائے بریلی کہتے ہیں کہ اگر آج علمائے دیوبند اپنے اکابر کی عبارات کی تاویل کر بھی لیتے ہیں تو یہ ان کے اکابر کو مفید نہیں کیوں کہ ان کا عجز عن التاویل ثابت و متحقق ہے۔

ویسے ہی آج اگر علمائے بریلی فتویٰ وقوعِ کذب کے تناظر میں دفاعِ فاضل بریلوی کی غرض سے تاویلات کرتے ہیں تو یہ فاضل بریلوی کو اصلاً مفید نہیں، کیوں کہ فاضل بریلوی نے المعتقد اور حسام الحرمین میں اُن جہتوں سے کفر کو ثابت نہیں کیا، ان کو وجوہِ تکفیر کلامی نہیں بنایا، اور جن کو انہوں نے وجوہِ تکفیر بنایا وہ وجوہ ثبوتِ شرعی نہیں، بلکہ جرم کے اثبات میں بے دلیل دعوی اور تہمت و اتہام ہے اور مطابقِ مسلمہ قاعدۂ علمائے بریلی، ایسی حالت میں کفر راجع ہو گا خود فاضل بریلوی صاحب کی ذات گرامی کی طرف۔ واللہ اعلم

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، مدیر اعلیٰ مجلہ اَلْفَتْحِیَّہ احمد پور شرقیہ (قسط:۲)

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد کی کتاب "مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" پر طائرانہ نظر

حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں اور مولانا نصیر الدین غور غشتوی کا عقیدہ

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

"حضرات دیوبند سے بھی حضرت مولانا حسین علی مرحوم (واں بھچراں) اور ان کے تلامذہ مولوی نصیر الدین صاحب وغیرہ بھی صراحۃً اس کے خلاف ہیں۔"

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۲۲)

عرض ہے کہ حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ (واں بھچراں) والے قبر کی حیات اور بزرگوں کے وسیلہ کو مانتے ہیں۔چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

حضرت رحمہ اللہ (واں بھچراں) فرماتے ہیں:

"**ونؤمن بان المیت یعرف من یزورہ اذا اتاہ وآکد یوم الجمعة بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس**۔اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کرنے کو آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے۔"

(تحریرات حدیث صفحہ ۲۵۷ بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۱۵۶)

حضرت رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

"**فیجوز ان یقع المسئلة و العذاب و النعیم ببعض جسد المؤمن و الکافر دون بقیة اجزاء ہ وقیل ان اللہ یجمع تلک الاجزاء المتفرقة ...والمسئلة کما یفعل ذلک للحشر**۔سو جائز ہے کہ قبر میں سوال و عذاب اور راحت مومن اور کافر کے بعض جسم سے وابستہ اور متعلق ہو نہ کہ سب اجزاء سے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے

کہ اللہ تعالیٰ قبر کی تنگی اور سوال کے لیے ان متفرق اجزاء کو جمع کر دیتا ہے جیسا کہ وہ حشر کے دن ایسا کرے گا۔"

(تحریرات حدیث صفحہ ۲۵۷ بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۲۰۶)

حضرت رحمہ اللہ نے علامہ ابن حجرؒ کی "الجواہر المنظوم" کے حوالہ سے لکھا:

"**روی عن علی انه بعد دفنه صلی علیه و آله وسلم جاء اعرابی فقال یا رسول الله جئتك لتستغفرلی الی ربی فنودی من القبر الشریف قد غفر لك واتت صفیة عمة النبی صلی الله علیه و آله وسلم بعد وفاته (فقالت) الا یا رسول الله انت رجائیا و کنت بنا برا ولم تك جافیا وسمع الصحابة رضی الله عنهم ولم ینکرها احد۔** حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن کئے جانے کے بعد ایک اعرابی آیا اس نے کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ میرے لئے میرے رب سے مغفرت طلب فرمائیں۔ پس قبر مبارک سے آواز آئی کہ بے شک تیری مغفرت ہو چکی ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ آپ کی وفات کے بعد آئی اور اس نے یہ شعر پڑھا خبردار! اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میری اُمید ہیں اور آپ ہم پر مہربان تھے اور آپ سخت مزاج نہ تھے۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے یہ سنا اور کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہ کیا۔"

(تحریرات حدیث صفحہ ۲۵۶ بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۳۷۶)

حضرت رحمہ اللہ اپنی املائی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"وحل مشکلے از حق تعالیٰ طلب نمودن بتوجہ بزرگان بجا است وعین رضا است، کسی مشکل کا حل اللہ تعالیٰ سے بزرگوں کے توسل سے طلب کرنا بجا اور عین رضا ہے۔"

(**بلغة الحیران** صفحہ ۳۵۴ بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۴۱۳)

حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی صاحب کے عقیدہ پر حضرت مولانا نثار احمد الحسینی صاحب نے مستقل کتاب لکھی ہے جس میں ان کے بارے میں ثابت کیا ہے کہ وہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل تھے۔ اس حوالہ سے بعض کتابوں کے عکس بھی دیئے ہیں۔

حیات الانبیاء پر صحیح حدیثیں نہیں ہیں۔ سلفی صاحب کا دعویٰ

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”حیاتِ انبیاء کی احادیث اسناد کے لحاظ سے اخبار احادِ صحیحہ سے بھی فروتر ہیں۔“

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۲۳)

حیات انبیاء علیہم السلام کے اثبات میں صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ محدثین کے حوالوں کے لیے حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب ”تسکین الصدور“ اور غیر مقلدین کے اعترافی حوالوں کے لیے بندہ کی کتاب ”فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع“ جلد اول ملاحظہ فرمائیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قبر میں نماز پڑھنے کی حدیث (صحیح مسلم: ۲۶۸/۲) پر سلفی صاحب جرح نہیں کر سکے۔ (مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۶)

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”حیاتِ انبیاء علیہم السلام پر اجماع امت ہے گو احادیث کی صحت محل نظر ہے۔“

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۵۲)

علی سبیل التنزل اگر ان احادیث کو سنداً غیر صحیح مان لیا جائے تو بھی اجماع امت کی وجہ سے وہ صحیح قرار پاتی ہیں، انہیں تلقی بالقبول حاصل ہے۔ اور تلقی بالقبول سے حدیث ضعف سے نکل کر صحت کی طرف آجاتی ہے۔

شیخ محمد عثیمین صاحب شیخ البانی (غیر مقلد) کے کلام پر تعلیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”شیخ البانی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے حجت پکڑی ہے اور ان کے علاوہ بھی علماء دین نے اسے تلقی بالقبول (قبولیت) کے شرف سے نوازا ہے اگرچہ اس کی سند کے بارے میں کچھ کلام کیا گیا ہے۔“

(حاشیہ فتنہ تکفیر صفحہ ۱۵)

سلفی صاحب کا ایک طرف تو دعویٰ ہے کہ حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے اثبات والی حدیثیں صحت سے فروتر ہیں، دوسری طرف بعد الوفات انبیاء علیہم السلام کا زندہ ہونا اور عبادت کرنا مانتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”انبیاء کی حیات اہلِ سنت کے نزدیک شہداء سے بھی بہتر اور قوی تر ہے۔ برزخ میں عبادت، تسبیح، تہلیل اور رفعت درجات ان کو حاصل ہے۔“

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۶)

حضرت مدنیؒ اور نانوتویؒ کا مقام

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا حسینؒ احمد کی جلالتِ قدر اور مولانا نانوتویؒ کی غزارتِ علمی اور شیخ عبد الحقؒ کی سادگی۔“

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۲۶)

غیر مقلدین جب تقلید پہ بحث کرتے ہیں تو کہتے ہیں تقلید جہالت اور مقلد جاہل ہے مگر اس کے برعکس سلفی صاحب نے حنفی مقلدین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی جلالتِ قدر اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی علمی حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔

شہداء کہاں زندہ ہیں؟

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”آلِ عمران میں **احیاء عند ربھم یرزقون** فرمایا...**عند** کا تعلق **احیاء** سے ہو یا **یرزقون** سے دونوں عند اللہ ہوں گی فی الدنیا نہیں ہوں۔“

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۲۹)

سلفی صاحب کے بقول شہداء اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔ اللہ کہاں ہے؟ اس میں غیر مقلدین کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ فقط عرش پر ہے اس لیے شہداء بھی عرش پر زندہ ہوں گے۔ اور کچھ غیر مقلدین اللہ تعالیٰ کو متعدد جگہ مانتے ہیں۔[مثلاً مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:”میں خدا کی صفت قرب و معیت کو اور اللہ تعالیٰ کا آسمانوں اور زمینوں میں ہونا بلا تاویل یقین کرتا ہوں۔“(مظالم روپڑی صفحہ ۱۱ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)] تو ان کے نزدیک شہداء متعدد جگہوں میں زندہ ہوں گے۔

فائدہ: **عند** کا تعلق **یرزقون** کے ساتھ ہے لہذا یوں ترجمہ ہو گا:

”شہداء زندہ ہیں انہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیا جاتا ہے۔“

علامہ آلوسی بہت بڑے محقق اور حنفی ہیں

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

"شیخ شہادب الدین ابو الفضل السید محمود آلوسی بغدادی... جو اپنے وقت کے بہت بڑے محقق، عراق کے مفتی اور مسلکاً حنفی ہیں۔"

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۱)

عموماً غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ تقلید چوں کہ تحقیق کی ضد ہے اس لیے مقلد کو محقق نہیں کہہ سکتے۔ مگر سلفی صاحب نے علامہ آلوسی رحمہ اللہ کو محقق بھی مانا اور حنفی المسلک مقلد بھی۔

حضرت مولانا بدر عالم ثقات میں سے

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

"مولانا بدر عالم صاحب ایسے ثقات"(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۳)

ماشاء اللہ سلفی صاحب نے حنفی و دیوبندی عالم کو "ثقہ" تسلیم کیا ہے۔

نواب صدیق حسن اکابر قدماء سے زیادہ صائب الرائے؟

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

"مولانا نواب محمد صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ والیِ بھوپال مکتب فکر کے لحاظ سے اہلِ حدیث ہیں۔ اس لیے آپ حضرات کو ان سے یقیناً اختلاف ہو سکتا ہے لیکن دقت نظر، وسعتِ مطالعہ، زہد و تقوی کے لحاظ سے ان کا مقام یقیناً بہت اونچا ہے اور فہم قرآن میں ان کا ذہن بے حد صاف ہے۔ بہت سے اکابر قدما سے بھی ان کی رائے صائب معلوم ہوتی ہے۔"

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۳)

ا۔ نواب صدیق حسن خان صاحب سے اختلاف صرف اہلِ سنت کو نہیں بلکہ خود غیر مقلدین کو بھی ہے۔

مثلاً

نواب صاحب نے لکھا:

"عوام میں ایمان تو عصر نبوت ہی سے تقلیدی چلا آرہا ہے۔"(**ابقاء المنن** صفحہ ۶۳)

نواب صاحب لکھتے ہیں:

”**وجب علی العامی تقلیدہ والاخذ بفتواہ۔**“ عامی پر مجتہد کی تقلید کرنا اور اس کے فتویٰ کو لینا واجب ہے۔“

(**لقطۃ العجلان** صفحہ ۱۳۷)

نواب صاحب کے حالات میں درج ہے:

”والا جاہ مرحوم نماز پنجگانہ حنفی طریقہ پر پڑھتے تھے البتہ ان کو فاتحہ خلف الامام اور اول وقت کا خاص اہتمام مد نظر رہتا تھا۔“

(مآثر صدیقی: ۴/۶۳)

۲۔ ”فہم قرآن میں ان کا ذہن بے حد صاف ہے“، جی مگر یہ تب جب ان کی باتیں غیر مقلدین کے خلاف نہ ہوں۔ ورنہ تقلید و فقہ حنفی کی حمایت میں اُن کی باتیں ماننے کو تیار نہیں ہوں گے۔

۳۔ سلفی صاحب نے بریلوی علم کلام کا حاصل تین چیزیں بتایا ہے اُن میں سے ایک چیز اکابر کے بارے میں مبالغہ آرائی ہے۔ (مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۴۵) مگر یہاں خود ہی نواب صاحب کے متعلق مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے انہیں اکابر قدماء سے بڑھا دیا ہے۔ جب کہ بعض غیر مقلدین نواب صاحب کو سرے سے اکابر میں جگہ نہیں دیتے۔

۴۔ سلفی صاحب نے نواب صاحب کو اگرچہ اہلِ حدیث قرار دیا مگر ”ان کی رائے صائب معلوم ہوتی ہے۔“ لکھ کر ان کا ’اہل الرائے“ ہونا بھی ظاہر کر دیا۔

۵۔ سلفی صاحب نواب صاحب کو اکابر قدما سے زیادہ صائب الرائے کہہ رہے ہیں مگر یہ بھی معلوم رہے یہی نواب صاحب قبر کی زندگی کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ پڑھیے:

ترجمہ: "اور تمام مردے عام اس سے کہ وہ مومن ہوں یا کافر علم، شعور، ادراک، سننے، اعمال کے پیش ہونے اور زیارت کندہ کے سلام کا جواب دینے میں برابر و یکساں ہیں اس میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کی تخصیص نہیں ہے۔"

(دلیل الطالب صفحہ ۸۸۶ بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۲۰۹)

نواب صاحب نے عبارت بالا میں مذکور سب اوصاف کو کافر مردوں تک کے لیے مانا ہے۔

انبیاء کے اجسام محفوظ رہنے کی حدیث قابل رد ہے اور قابلِ قبول بھی

سلفی صاحب ''پیش کردہ احادیث پر ایک نظر'' عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

''حیاۃ الانبیاء بیہقی کے حوالہ سے اس مسئلہ میں احادیث مرقوم ہیں۔ مقام نزاع کے تعین کے بعد ان میں سے کوئی استدلال کے قابل نہیں۔''

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۴)

پھر سلفی صاحب حیات انبیاء علیہم السلام کے اثبات والی حدیثوں پر ضعف کی چھاپ لگاتے چلے گئے یہاں تک کہ حدیث نبوی ''اللہ تعالیٰ نے مٹی پر انبیاء کے اجسام حرام فرمادیئے ہیں۔'' کو بھی ضعیف کہہ دیا۔ مگر جب کسی نے کہا کہ انبیاء کرام کے جسموں کا قبروں میں محفوظ ہونا ضروری نہیں۔ تب اسی حدیث کو قبول کرتے ہوئے کہا:

''گو بلحاظ سند صحیح نہیں۔ تاہم اصول ستہ کو جو فوقیت طبرانی اور ابو یعلی پر ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اصول ستہ کو بحیثیت مجموعی طبرانی وغیرہ پر برتری حاصل ہے۔''

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۵۵)

آگے لکھا:

''ابن ماجہ کی روایت: **ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء** '' کو ضعف کے باوجود جمہور امت نے قبول فرمایا ہے... قرائن کا تقاضا یہی ہے کہ ابن ماجہ کی روایت کو ترجیح دی جائے اور برزخی زندگی کے ساتھ جسم کی سلامتی کو بھی تسلیم کر لیا جائے۔''

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۵۵)

جب حیاتِ انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ چل رہا تھا، تب اس حدیث کو ضعیف کہہ چھوڑا اور جب انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو محفوظ منوانے کی نوبت آئی تو صراحت کے ساتھ لکھ دیا کہ جمہور امت نے اس حدیث کو قبول کیا ہے۔

''فنبی اللہ حی یرزق'' کو بطورِ فضیلت بیان کیا جاسکتا ہے

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”رہا شوکانی کا تحفۃ الذاکرین میں حدیث **رد اللہ علی روحی** کی تشریح میں یہ لکھنا **لانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ وروحہ لانفارقہ لماصح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم**... تو سابق مفصل جرح کے موجود ہوتے ہوئے ”**صح**“ سے مصطلح صحت مراد لینا تو مشکل ہے۔ یہ صح بمعنٰی ثبت ہی ہو سکتا ہے۔ جب تک حدیث پر وضع کا حکم یقینی نہ ہو محدثین کے نزدیک ”**ثبت**“ سے اس کی تعبیر ہو سکتی ہے۔ نیل الاوطار میں حافظ شوکانی نے یہی لفظ اختیار فرمایا ہے ﴿**وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورھم**﴾ ایسی احادیث کا تذکرہ مواعظ اور فضائل کی مجالس میں تو کیا جاسکتا ہے لیکن عقیدہ کی بنیاد تو اس پر نہیں رکھی جا سکتی۔ اہلِ حدیث اور ائمہ فن کے نزدیک اعتقاد کے لیے خبر واحد صحیح تو ہونی چاہیے۔“

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۵)

سلفی صاحب نے **صح** کو **ثبت** کے معنی میں قرار دے کر جو تاثر دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ شوکانی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ سلفی صاحب کی اس بات پر کئی طرح تبصرہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ سلفی صاحب کو پہلے تو علمائے حدیث کے حوالہ جات پیش کرنے چاہیے تھے کہ لفظ ”**ثبت**“ کہہ کر حدیث کا ضعف بتایا جاتا ہے۔

۲۔ انہوں نے **صح** کو **ثبت** کے معنی میں کہا اگر کوئی اس کے برعکس کہہ دے ثبت کا لفظ ”صح“ کے معنٰی میں ہے تو؟ شوکانی نے تو **صح** اور **ثبت** دونوں ہی لفظ تحریر کئے ہیں۔

۳۔ شوکانی صاحب **ثبت** کہہ کر اسے ضعیف قرار نہیں دے رہے بلکہ اس حدیث پر اپنا نظریہ درج کرتے ہیں۔ ان کی عبارت ملاحظہ ہو:

”**وقد ذھب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاتہ و انہ یسر بطاعات امتہ وان الانبیاء لایبلون مع ان مطلق الادراک کالعلم و السماع ثابت لسائر الموتی ... و ورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشھداء انھم احیاء یرزقون وان الحیوۃ فیھم متعلقۃ بالجسد فکیف بالانبیاء و المرسلین۔ وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورھم رواہ المنذری و صححہ البیھقی وصحیح مسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال مررت بموسی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ انتھی۔**

بے شک محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں اور یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے حالاں کہ مطلق ادراک جیسے علم اور سماع وغیرہ تو یہ سب مردوں کے لیے ثابت ہے... اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں صراحت سے شہداء کے بارے میں آیا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور بلاشبہ یہ حیات ان کے جسم سے متعلق ہے تو حضرات انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی حیات بطریق اولی اجسام سے متعلق ہو گی۔ بلاشبہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ علامہ منذریؒ نے یہ روایت بیان کی ہے اور امام بیہقیؒ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔"

(نیل الاوطار: ۳/ ۲۶۴ طبع مصر بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۲۶۲)

شوکانی کی عبارت "مطلق اِدراک جیسے علم اور سماع وغیرہ تو یہ سب مردوں کے لیے ثابت ہے" میں نظریہ بیان ہوا یا فضیلت؟ سب مردے جس میں فاسق و کافر بھی شامل ہیں اُن کی کون سی فضیلت ہے جو بیان ہوئی؟

فائدہ: اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شوکانی کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کو جسموں کی حیات حاصل ہے یعنی ان کی حیات جسمانی ہے۔

۴۔ شوکانی نے ابن ماجہ کی حدیث "**فنبی اللہ حی یرزق**" کے متعلق لکھا ہے:

"**وقد اخرج ابن ماجة باسناد جید**، امام ابن ماجہ نے جید سند کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔"

(نیل الاوطار: ۳/ ۲۶۴)

شوکانی کی عبارت "**باسناد جید**" میں کیا تاویل کریں گے؟ یہاں تو "**ثبت**" کی بجائے "**جید سند**" کے الفاظ ہیں۔

۵۔ سلفی صاحب کہتے ہیں: ’’ایسی احادیث کا تذکرہ مواعظ اور فضائل کی مجالس میں تو کیا جا سکتا ہے۔‘‘ چلیں آپ لوگ بطور فضیلت ہی حیاتِ انبیاء والی احادیث لکھ اور بیان کر دیا کریں۔

۶۔ سلفی صاحب نے یہاں تو کہہ دیا کہ یہ احادیث ضعیف ہیں، انہیں صرف فضائل کی مجلسوں میں بیان کیا جا سکتا ہے جب کہ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

’’یہ اصل بھی خود محل نظر ہے۔‘‘ جیسا کہ آگے ’’حیات انبیاء کے اثبات والی احادیث بطور فضائل قبول ہیں۔‘‘ عنوان کے تحت مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۴۰ کا حوالہ آ رہا ہے۔

قاضی شوکانی سے اختلاف

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

> ’’اسی مضمون کی دوسری حدیث سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں **فنبی اللہ حی یرزق** کی زیادتی مرقوم ہے (ص ۱۱۹ کتاب الجنائز) شوکانیؒ نے غالباً اس کو **بسند جید** لکھا اور صاحب تنقیح الرواۃ نے بھی ان کی متابعت میں اس سند کو جید فرمایا ہے مگر یہ درست نہیں۔‘‘ (مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۹)

قاضی شوکانی نے حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے اثبات کی ایک حدیث کے متعلق ’’**صح**‘‘ کہا تو سلفی صاحب نے (مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۵ میں) تبصرہ کیا کہ یہاں ’’**صح**‘‘ سے حدیث کا اصطلاحی طور پر صحیح ہونا مراد نہیں بلکہ ’’**صح**‘‘... ’’**ثبت**‘‘ کے معنیٰ میں ہے اور ’’**ثبت**‘‘ کا لفظ اس (ضعیف) روایت کے لیے بھی بول دیا جاتا ہے جو موضوع نہ ہو۔ مگر قاضی شوکانی کے قول ’’**بسند جید**‘‘ کے سامنے سلفی صاحب کی یہ تاویل دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔

غیر مقلدین تقلید کے موضوع پر لکھ چکے ہیں کہ بادلیل بات ماننا اتباع ہے اور بے دلیل ماننا تقلید ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شوکانی کی پیروی میں تنقیح الرواۃ کے مصنف کا سند کو جید کہنا اتباع ہے یا تقلید؟ یہ بھی بتایا جائے کہ حدیث کی تصحیح و تضعیف میں کسی کی بات ماننا تقلید ہے یا نہیں؟

حیات انبیاء کے اثبات والی احادیث بطور فضائل قبول ہیں۔

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”ان احادیث میں ضعف اور انقطاع موجود ہے لیکن مسئلہ چوں کہ درود کے فضائل کا ہے۔ اس میں حلال و حرام یا عقائد کی بحث نہیں۔ اس لیے ابن القیم رحمہ اللہ ایسے ائمہ حدیث تک نے تسامح سے کام لیا ہے۔ بنابریں تعدد طرق سے اس کی تصحیح کی گئی اور عوام میں مشہور ہے کہ فضائل میں اس قسم کی احادیث قبول کرلیتے ہیں۔ اہلِ تحقیق کے نزدیک یہ اصل بھی خود محل نظر ہے۔“

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۴۰)

سلفی صاحب کی اس عبارت سے چند چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ حیات انبیاء علیہم السلام کے اثبات والی حدیثوں کو حافظ ابن القیم رحمہ اللہ جیسے ائمہ حدیث نے قبول کیا ہے۔ ایک طرف ائمہ حدیث ہوں اور دوسری طرف سلفی صاحب، تو ترجیح یقیناً ائمہ حدیث کی بات کو ہونی چاہیے۔

۲۔ ”بنابریں تعدد طرق سے اس کی تصحیح کی گئی“ عرض ہے کہ حیاتِ انبیاء کے اثبات والی متعدد حدیثیں صحیح ہیں جن کی صحت کو خود غیر مقلدین نے بھی تسلیم کیا ہوا ہے۔ بندہ نے اپنی کتاب ”فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع“ جلد اول میں غیر مقلدین کے حوالے جمع کر دیئے ہیں۔ تعدد طرق کی بناء پر ہی انہیں صحیح کہا گیا ہے تو بھی غیر مقلدین کو مان لینا چاہیے اس لیے کہ انہیں یہ تسلیم ہے کہ کثرتِ طرق سے ضعیف حدیث قبولیت کا درجہ حاصل کرلیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث کی بہت سی ضعیف سندیں ہوں تو سندوں کی کثرت کی وجہ سے وہ حدیث ضعف سے ترقی کرکے صحت تک پہنچ جاتی ہے۔

چنانچہ مولانا ثناء اللہ مدنی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

”بعض ضعیف روایات ایسی ہیں جو کثرتِ طرق کی بناء پر کسی نہ کسی انداز میں قبولیت کا درجہ حاصل کرلیتی ہیں“

(فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ ۱/۲۹۷)

مولانا محمد گوندلوی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

”یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر کثرتِ طرق سے اس کا ضعف جاتا رہا“ (خیر الکلام صفحہ ۴۵۲)

مولانا حافظ محمد امین صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جب کمزور حفظ والے راوی کو دیگر رواۃ کی تائید حاصل ہو جائے تو غلطی کا شبہ سرے سے مفقود ہو جاتا ہے اور وہ روایت معتبر قرار پاتی ہے"

(نماز کے بعد دعائے اجتماعی اور طائفہ منصورہ کا مسلکِ اعتدال صفحہ ۱۲۲)

۳۔ "عوام میں مشہور ہے کہ فضائل میں اس قسم کی احادیث قبول کر لیتے ہیں۔" فضائل میں ضعیف حدیث کی قبولیت عوام کا نظریہ نہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اٹھانوے فی صد عوام کو اس نظریہ کا علم ہی نہیں تو یہ مبالغہ نہ ہو گا چہ جائیکہ کے اسے عوام میں شہرت یافتہ نظریہ قرار دیا جائے۔ سلفی صاحب! فضائل میں ضعیف حدیث کی قبولیت کا نظریہ عوام کی بجائے اہلِ علم محدثین بلکہ خود غیر مقلدین کا ہے، جیسا کہ درج ذیل مصنفین نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔

- مولانا ابو شفیق محمد رفیق پسروری غیر مقلد۔ (**فتاوی رفیقیہ** ۳۲/۴)
- پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد۔ (**خطبات بہاولپوری** ۳۷۰/۳)
- مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد۔ (**آفات نظر اور ان کا علاج** صفحہ ۳۸)
- مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد۔ (**فتاوی اہل حدیث** ۵۳۲/۱، ۴۹۵...۱۳۷/۲، ۶۷، ۵۶)

ان کتابوں کی عبارات بندہ نے اپنی کتاب "فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع" میں نقل کر دی ہیں۔ یہاں محض حوالوں پر اکتفاء کیا ہے۔

۴۔ اہلِ تحقیق کے نزدیک یہ اصل بھی خود محل نظر ہے۔" سلفی صاحب باور کرا رہے کہ محققین کے نزدیک فضائل میں بھی ضعیف حدیث قبول نہیں مگر اس کے برعکس دوسری کتاب میں یوں لکھتے ہیں:

"گو یہ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث قبول کر لی جاتی ہے"

(شرح مشکوۃ مترجم ۲۴۷/۱ مؤلفہ مولانا محمد اسماعیل سلفی، مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ)

جلاء الافہام میں "فنبی اللہ حی یرزق" کی بحث

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

"جلاء الافہام میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے۔ حدیث ابو الدرداء رضی اللہ عنہ پر طویل

بحث فرمائی ہے۔ انقطاع اور تضعیف کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ انقطاع کے لیے شواہد جمع فرمائے ہیں گو وہ شواہد خود محل نظر ہیں۔"

(مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے اثبات پر حدیث نبوی "اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے" حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے نزدیک نہ صرف صحیح ہے بلکہ انہوں نے اس کے ضعف پر اُٹھائے گئے اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے۔ہاں سلفی صاحب کو اُن سے اختلاف ہے۔

محترم عدنان فاروقی صاحب حفظہ اللہ (قسط:۳)

القول المبین فی رد الحق المبین المعروف الحق المبین کے دفاع کا رد بلیغ

تکفیر مسلم اور بریلوی

ہم نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کیا تھا کہ بریلوی اپنے ماسوا تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس پر ہم نے ''تجانب اہل السنہ '' اور ''رسائل حسن ''کا حوالہ دیا تھا، مؤلف نے رسائل حسن کے متعلق تو کچھ نہیں کہا البتہ تجانب اہل السنہ کا حوالہ نقل کر کے بعد اس کے رقمطراز ہے:

> '' قارئین! جن حضرات کا تذکرہ کیا ہے ان پہ خود علماء دیوبند کے فتاوی جات موجود ہیں، تفصیل ہم اپنی کتاب حقانیت اہلسنت بجواب مطالعہ بریلویت (جلد اول) میں عرض کر چکے ہیں، یہاں ہم اپنے قارئین کے توجہ فقط ایک نقطہ کی جانب مبذول کروانے چاہتے ہیں کہ ہمارے معاند کے قلب وذہن پہ تعصب اس قدر چھا گیا ہے کہ جناب کو قادیانی ودیگر منکرین حدیث بھی مسلمان نظر آتے ہیں، ان حضرات کو بھی ہمارے معاند مسلمان گردانتے ہیں جس پہ اظہار افسوس کے اور کچھ عرض نہیں کیا جاسکتا۔''
>
> (ص/ ۲۴)

الجواب:

مؤلف نے ہمارے حوالے پر کلام نہیں کیا، البتہ ایک کتاب کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں ہم تفصیل کر چکے ہیں، جب کتاب آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ رہی علماء دیوبند کی بات کہ ان کے فتاوی جات بھی دیگر گمراہ لوگوں پر موجود ہیں، تو عرض ہے جناب علماء دیوبند کے کس اکابر نے اپنی تصنیف میں اس طرح کہا ہے کہ دیوبندیوں کے سوا جتنے فرقے ہیں سب کے سب کافر ہیں اور سب کو بدعتی جاننا قطعی یقینی ہیں۔

وہابی دو قسم پر ہیں

ہم نے اپنی کتاب میں غلام محمد سلانوی کی کتاب نجم الرحمن کے حوالے سے یہ بات لکھی تھی کہ وہابی دو قسم پر ہیں ایک مسلمان وہابی دوسرا منافق، اس پر ہم نے مخالفین سے یہ وضاحت طلب کی تھی کہ مسلمان وہابی

کون ہے اور منافق۔ مؤلف نے جو وضاحت کی ہے ملاحظہ فرمائیں:

''موصوف نے نجم الرحمن کی ادھوری عبارت پیش کی، مکمل عبارت یوں ہے:

وہابی دو قسم کے ہیں: ایک مسلمان وہابی، دوسرا منافق وہابی، اول وہ ہیں جو دلوں زبانوں کہتے ہیں کہ ہم غیر مقلد ہیں، کسی امام کی تقلید ائمہ اربعہ وغیرہ سے علی التعیین نہیں کرتے قواعد عقائد اس قوم کے معلوم ہیں، لیکن غیر مظبوط، دوسرے وہ جو زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں، اور اہل سنت وجماعت سے ہیں لیکن اندرونی وہابیوں سے بھی بدتر عقائد والے ہیں۔

(نجم الرحمن ص/ ۱۰۲)

کیونکہ علماء دیوبند حنفی ہونے کے مدعی ہیں مگر درحقیقت وہابی ہیں، لہذا منافق وہابی کا خطاب ہمارے معاندین کو دیا جارہا ہے امید ہے ہمارے اس وضاحت سے موصوف کی تشفی ہوگئی ہوگی جو کچھ یوں گویا تھے کہ:

''یہ وضاحت بریلوی کریں کہ مسلمان وہابی کون ہے اور منافق وہابی؟''

(الحق المبین پر ایک نظر ص ۲۵)

اب جہاں تک ہمارے معاند کا یہ کہنا کہ اہلسنت میں دورنگی پائی جاتی ہے تو عرض ہے کہ جناب ہم اس قدر جسارت بھلا کیسے کرسکتے ہیں کہ اپنے عقائد کو دو رنگوں میں تقسیم کر کے علماء دیوبند کا مقابلہ کریں۔ جناب والا یہ اعزاز علماء دیوبند کو ہی حاصل ہے کہ ان کے عقائد دورنگی ہی نہیں بلکہ ہمہ رنگ ہیں، جس کی بہترین مثال طارق جمیل کو قرار دیا جاسکتا ہے جو شیعوں میں شیعہ، بریلویوں میں بریلوی، وہابیوں میں وہابی کا روپ دھار لیتے ہیں، ہمارے معاندین کے اس رویہ پہ مستقل کتب منظر عام پہ آچکی ہیں، جن میں سب سے شہرہ آفاق کتاب زلزلہ ہے جو ان حضرات کی دورنگی توحید کو بیچ چوراہے میں آشکار کرتی ہے، شائقین ضرور اس کتاب لاجواب کا مطالعہ فرمائیں۔''

(الحق المبین کی حقانیت ص/ ۲۵)

الجواب:

مؤلف نے جو وضاحت پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہابی مسلمان غیر مقلدوں کو کہا جاتا ہیں اور منافق وہابی دیوبندیوں کو۔ ہمیں یہ ثابت کرنا تھا کہ بریلوی بے جا افعال کی تقسیم کرتے ہیں پھر ہمیشہ ٹھوکرے کھاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے عقائد کے جو تقسیم کی ہیں آج تک اس تقسیم پر متفق نہ ہوسکے۔

حسب معمول بریلوی اس تقسیم پر بھی متفق نہیں، تفصیل اس اجمال کا یہ ہے کہ خان صاحب بریلوی کی کتب میں جابجا اور دیگر بریلوی کتب میں وہابیوں کو کافر اور گستاخ لکھا ہیں اب پپلانوی صاحب ان کو مسلمان وہابی کہہ رہا ہے۔

باقی انہوں نے جو ہمیں منافق وہابی شمار کیا ہیں اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں، وہ ان کا اپنا اجتہاد ہیں ہم پر حجت نہیں، ہمیں یہ ثابت کرنا تھا کہ کچھ وہابی مسلمان بھی ہوتے ہیں۔

نجم الرحمن کتاب کی حقیقت

مؤلف نے نجم الرحمن کتاب کو تسلیم کرلیا ہے۔ جبکہ اقتدار احمد نعیمی کے حالات وافکار میں لکھا ہے:

"طرفہ تماشہ یہ ہے کہ سرفراز گکھڑوی نے اس عبارت کو لکھتے ہوئے یہ نہ بتایا کہ یہ کس کا قول ہے۔ صرف کتاب غیر معروف بلکہ نام نہاد نجم الرحمٰن کا حوالہ دیا۔ یہ کتاب روئے زمین پر ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئی۔"

(حالات وافکار اقتدار احمد نعیمی ص/ ۱۴۰)

اب فیصلہ مؤلف کرے کہ یہ کتاب موجود ہے کہ نہیں۔

دورنگی یا ہمہ رنگی

ہم نے کہا تھا کہ بریلویوں میں دورنگی پائی جاتی ہیں، مؤلف کہتا ہے کہ "ہم میں اس قدر جسارت کہاں ہم اپنے عقائد کو دورنگوں میں تقسیم کرکے علماء دیوبند کا مقابلہ کریں" ابھی ماقبل اس دورنگی کی مثال گزر گیا، مزید ہمارے فاضل مصنف احتشام انجم صاحب نے اپنی کتاب "دست وگریباں کی حقانیت" میں کرچکا ہے قارئین اس کی طرف رجوع کریں جس میں بریلویوں کے عقائد کو بجائے دورنگی کے ہمہ رنگی ثابت کیا ہے۔

ایک فرد کی فعل تمام افراد پر محمول کرنا

مؤلف نے علماء دیوبند کی ہمہ رنگی پر مولانا طارق جمیل صاحب کی مثال پیش کیا اس کے متعلق جناب کو اپنے گھر کا اصول یاد رکھنا چاہیے۔

ارشد مسعود لکھتے ہیں:

"اب کوئی اس دیوبندی پاگل سے پوچھے کہ حوالہ تم ایک کتاب کے متعلق دے رہے ہو اور اس ایک کتاب کے متعلق حوالے کو باقی تمام فرضی کتابوں پر منطبق کر رہے ہو، کیا یہ دھاندلی نہیں ؟اور کیا دن دھاڑے سفید جھوٹ کی بدترین مثال نہیں؟"

(کشف القناع جلد ا ص / ۲۴۱)

مؤلف ایک فرد کی فعل کو تمام جماعت پر محمول کر رہا ہے، بقول ارشد مسعود یہ پاگل پن، دھاندلی اور سفید جھوٹ کی بدترین مثال ہے۔

توہین آمیز عبارات

ہم نے اپنی کتاب میں یہ بات لکھی تھی کہ کاظمی بشمول دیگر بریلوی جو غلط عبارات ہماری منسوب کرتے ہیں ان سے خطرناک عبارات ان کی اپنی کتب میں موجود ہیں، اس پر مؤلف نے "داستان فرار" از مولانا عبد الاحد قاسمی صاحب سے ایک عبارت پیش کی ہے جس میں ہے کہ بریلویوں کی عبارات میں کچھ نا کچھ تاویل کا امکان ہے اس بنیاد پر ان کی احتیاطا تکفیر نہیں کی جاتی۔ پھر اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مولانا عبد الاحد صاحب کی یہ بات آپ کی ناک کاٹنے کیلئے کافی ہے۔ مزید حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی ملفوظات کا حوالہ دیا ہے جس میں ہے کہ ہندوستان میں ہم وہابی کافر اور عرب میں بدعتی کہلاتے ہیں۔"

(الحق المبین کی حقانیت ص / ۲۶)

الجواب:

اولاً: داستان فرار میں مطلق بات کہہ دیں ہے کہ تاویل ممکن ہے، اس میں ایسی بات تو نہیں کہ جن عبارات کو ہم گستاخی کہتے ہیں ان میں بھی تاویل ممکن نہیں۔

ثانیاً: اگر اس طرح ناک کٹتا ہے تو یہ ناک پہلے خان صاحب بریلوی کا کٹے گا، اس لئے کہ مولوی فضل حق خیر آبادی صاحب نے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تکفیر کلامی قطعی تکفیر کی تھی جبکہ خان صاحب کو ان کی عبارات میں تاویلیں نظر آتی تھی۔

مفتی شریف الحق امجدی لکھتے ہیں:

"مولوی اسماعیل دہلوی کے کلمات کفریہ استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علماء کرام کی خدمت میں پیش ہوئے ہو سکتا ہے کہ باآں جلالت شان وذکاوت و فطانت ان حضرات کو ان کلمات میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی نہ قریب، نہ بعید ان حضرات کی نظر میں اس کے کلمات کفریہ صریح متعین نظر آئے جن کی بناء پر ان حضرات نے اسماعیل دہلوی کی قطعی تکفیر فرمائی۔ لیکن جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ کے علم میں آئے تو بمصداق "فوق کل ذی علم علیم" ان میں اعلی حضرت قدس سرہ کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا اگرچہ وہ بعید ہو، ضعیف ہو اس لئے اعلی حضرت قدس سرہ نے کف لسان فرمایا۔"

(تحقیقات ص/۲۰۷ طبع لاہور)

اسی طرز پر داستان فرار کی عبارت کو محمول کریں۔ البتہ اس سے ایک بات معلوم ہوا کہ خان صاحب کی ناک تمہارے نزدیک کٹ گیا۔

آگے شیخ زکریاؒ کے ملفوظات کا حوالہ دیا ہے تو اس کے متعلق بریلویوں کا کیا اصول ہے وہ ہم ہدیہ قارئین کردیں گے۔

ملفوظات کے متعلق بریلوی اصول

فیصل خان رضوی لکھتے ہیں:

"ملفوظات کی آڑ لے کر اہل سنت پر اعتراض کرنا علمی جہالت اور بددیانتی ہے۔ اور خاص طور پر اس وقت جبکہ فتاوی رضوی میں اسی عبارت کا متن مختلف موجود ہو۔"

(ملفوظات اعلی حضرت پر اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ ص/۱۱)

چند سطور بعد لکھتے ہیں:

”ملفوظات صاحب ملفوظ کی تصنیف نہیں ہوا کرتی بلکہ کسی دوسرے کی کاوش کا نتیجہ ہوتی ہے جس میں ممکنہ طور پر اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ صاحب ملفوظ نے کچھ کہا اور مرتب نے کچھ سمجھا اور عموما بعد وصال اشاعت کے سبب صاحب ملفوظ کو اس کی وضاحت اور اصلاح کا موقع میسر نہیں آتا۔“

(ایضاً ص/۱۱)

مولوی صدیق فانی لکھتے ہیں:

”ملفوظات میں صاحب ملفوظ کی عبارت بعینہا منقول نہیں ہوتی بلکہ یہ روایت بالمعنی ہوتی ہے اور سامع سے غلطی ہو جانا ممکن ہے جیسا کہ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں اور اس باب میں متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔“

(آئینہ اہلسنت س/۱۸۳ طبع گوجرانوالہ)

روئیداد مناظرہ گستاخ کون میں لکھا ہے کہ:

”ملفوظات کے ذریعے صاحب ملفوظ پر طعن نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اکثر صوفیاء سے منسوب ملفوظات میں رطب ویابس کی بھرمار ہے اور ان کی کوئی تاریخی اور یقینی حیثیت بھی نہیں۔“

(مناظرہ گستاخ کون ص/۵۳۰)

غلام نصیر الدین سیالوی لکھتے ہیں:

”بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں“

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ص/۳۹۱ طبع جہلم)

مجلہ کلمہ حق میں لکھا ہے کہ:

”کسی کے ملفوظات اس کے لکھے ہوئے نہیں ہوتے۔۔۔۔۔ملفوظات میں اگر کوئی غلطی واقع ہو جائے تو قلم بند کرنے والے کی یادداشت کی غلطی سمجھی جائے گی۔ اس غلطی کی بناء پر خود صاحب ملفوظ پر اعتراض کرنا بے ایمانی اور خباثت نفسانی ہے۔“

(مجلہ کلمہ حق شمارہ ۱۵/ مئی ۲۰۲۰/ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ)

لیجئے اپنے گھر کے اصولوں سے ملفوظات پر اعتراض کر کے علمی جہالت، بد دیانتی، بے ایمانی اور خباثت نفسانی کا ثبوت دے دیا۔

ہم نے کہا تھا کہ علماء دیوبند کی عبارات کی توضیح میں قرآن و حدیث پیش کی جاتی ہیں، اس کو مؤلف اکابر کی محبت میں جذباتی بیان قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ حقیقت سے اس کا دور دور تک کوئی واسطہ نہیں۔ گزارش یہ ہے کہ یہ جناب کا خام خیالی ہے، بحمد اللہ ہمارے مؤقف پر قرآن و حدیث دال ہیں۔

نقل عبارات اور حاشیہ آرائی

ہم نے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ بریلوی حضرات کا دعوی ہیں کہ علماء دیوبند کی عبارات صریح کفر ہیں اور ایسے واضح ہیں کہ ہر پڑھنے والا جب پڑھے گا تو خود سمجھے گا کہ کفر ہے، اس پر ہم نے کہا تھا کہ اگر علماء دیوبند کی عبارات اتنی واضح ہیں تو بریلویوں کو کیا حاجت عبارات قبل نقل پہلے معنی بیان کرتے ہیں اور اپنی طرف سے حاشیہ آرائی کرتے ہیں۔ اس پر مؤلف لکھتے ہیں:

> ”اس پہ عرض ہے کہ حاشیہ آرائی کی بجائے اسے تسہیل کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے جس کی بدولت ایسے حضرات جو علمی ابحاث سے بے خبر ہوں انہیں سمجھایا جاسکے، وگرنہ مرزا قادیانی کی کسہر اخانہ جسارتوں کو منظر عام پہ لانے کے لئے خود علماء دیوبند کی جانب سے بھی حاشیہ آرائی کی جاتی ہے، منکرین حدیث کے نظریات پہ بھی تبصرہ بھی علماء دیوبند سے منقول ہیں۔ اگر عبارات کا مفہوم سمجھانا غلط ہے تو اہلسنت کے متعلق یہی روش جو علماء دیوبند نے اختیار کی وہ بھی خود بخود غلط قرار پائے گا۔ الغرض ہمارے معاند کی یہ بات غیر تحقیقی اور کسی ٹھوس حوالہ سے محروم ہونے کے سبب اس لائق نہیں کہ اس پہ مزید تبصرہ کر کے اوراق کو سیاہ کیا جائے۔“
>
> (ص/ ۲۷)

الجواب:

اولاً: مؤلف کا اس کو تسہیل کہنا غلط ہے۔ اس لئے مفتی مظہر اللہ لکھتے ہیں کہ:

"جو عبارتیں مابہ النزاع ہیں وہ خالص اردو کی عام فہم ہیں پس ان کے معنی کے سمجھنے میں نہ کسی دیوبندی کا اعتبار ہے نہ بریلوی کے فہم کا۔"

(فتاوی مظہریہ ص /۳۷۸طبع کراچی)

لیجئے مابہ النزاع عبارتیں تو عام فہم ہیں جسے ہر کوئی سمجھ سکتا ہیں، پھر تسہیل کا کیا مطلب، تسہیل تو وہاں ہوتا ہے جہاں عبارت پیچیدہ اور مختلط ہو۔

ثانیاً: علماء دیوبند قادیانی یا منکرین حدیث یا کسی اور کی عبارات نقل کرتے ہیں تو مطلب بھی وہی بیان کرتے ہیں جو ان کا ہوتا ہے یا جو عبارت میں موجود ہوتا ہے۔ جبکہ آپ حضرات تو مؤلف اور مسلک کے خلاف مطلب بیان کرتے ہیں۔ جس سے عبارت کا مفہوم بگڑ جاتا ہے۔ اس لئے تمہارے حاشیہ آرائی تسہیل کے درجے میں نہیں آتے بلکہ تخریب کے درجے میں آتے ہیں۔

ثالثاً: جب خان صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت بغیر مطلب بیان کئے مولوی عبد الباری فرنگی کو دکھایا تو انہیں کوئی گستاخی نظر نہیں آیا اور پیر کرم شاہ نے تحذیر الناس پڑھا تو انہیں انکار ختم نبوت نظر نہیں آیا۔ اسی طرح اگر آپ بھی بغیر حاشیہ آرائی کی عبارت نقل کرو تو ان شاء اللہ عوام کو اس میں کوئی گستاخی نظر نہیں آئے گا۔

رابعاً: لطف کی بات تو یہ ہے کہ جن عبارات کو آپ لوگ حاشیہ آرائی کے ساتھ پیش کرتے ہو ان عبارات کے لکھنے والے اور ان کے ہم مسلک کہتے ہیں کہ ہماری مراد اس سے یہ نہیں جو تم لوگوں نے لیا ہے، لیکن فریق مخالف اس بات پر ڈٹا ہیں کہ "**بل نتبع ما وجدنا علیہ آبانا**"

مولانا عبد الباری فرنگی محلی، رجوع یا فراڈ

ہم نے سیرت انوار مظہریہ کے حوالے سے یہ بات کی تھی کہ مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو احمد رضا خان نے حفظ الایمان دکھائی تو حضرت نے یہ کہا کہ مجھے اس میں گستاخی نظر نہیں آتی، اعلی حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی کو برقرار رکھا۔

اس پہ ہمارے معاند نے اپنی کتاب سے ہی ایک مبہم سی تحریر پیش کر کے اس کو رجوع کا نام دیا۔ چنانچہ شمع ہدایت بحوالہ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات سے ایک لمبا چوڑا اقتباس نقل کر کے اس سے مولانا عبد الباری فرنگی محلی کا

رجوع بناڈالا۔(الحق المبین کی حقانیت ص/۲۸،۲۹ محصلہ)

الجواب:

اول تو ہمارے معاند کو اپنے اصول بغور پڑھنے چاہیے کہ فریق مخالف کو کون سے دلائل دینے ہیں اور کون سے دلائل نہیں دینے۔ چنانچہ ارشد مسعود چشتی لکھتے ہیں:

”میدان مناظرہ میں یا تو مسلم بین الفریقین دلائل سے استدلال کیا جاتا ہے یا مسلمات خصم کو دلیل بنایا جاتا ہے مگر دیوبندی موصوف اتنے جاہل و بے عقل ہیں کہ دلیل کے طور پر اپنی کتابیں پیش کرتے ہیں اگر انہیں اپنی کتابیں ہی پیش کرنا منظور تھا تو کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔“

(کشف القناع جلد ا صفحہ /)

نیز غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے کہ:

”مناظرانہ کتابوں میں یا برہانی دلائل پیش کیے جاتے ہیں یا جدلی دلائل کا مقصد یہ ہوتا ہے ہے کہ مسلمات خصم سے استدلال کیا جائے ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کرنے والی شخصیت سے نامعلوم چھوٹی سی بات کیوں اوجھل رہتی ہے کبھی فتاویٰ رشیدیہ کے حوالے دیتے ہیں اور کبھی تفسیر عثمانی کے اس اصول کو ذہن میں رکھیں کہ مخالفین کے سامنے اپنی کتابوں کے حوالے پیش نہیں کیے جاتے، آپ اس قدر بوکھلا کیوں گئے ہیں؟“

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ جلد ا صفحہ/ ۳۲۰)

تو جناب مولانا عبد الباری فرنگی محلی کا رجوع اپنی کتاب سے ہی دکھا کر جاہل، بے عقل ثابت ہوئے، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ جناب اب ہمارے دلائل سے بوکھلاہٹ کا شکار ہے، اور انہیں کچھ سوچ نہیں رہا اور کچھ یاد نہیں رہا کہ ان کے گھر کے اصول کیا ہیں، اب چونکہ ان کے اپنے اصول سے یہ اپنی گھر کی کتب نہیں پیش کر سکتے، لہذا انتہائی عاجزی سے یوں گویا ہوئے کہ:

”اب ہو سکتا ہے کہ اس حوالہ پر موصوف کچھ یوں واویلا کریں:

اول بات تو یہ ہے کہ جناب نے اپنی کتابوں کے حوالے بھی دیئے جو ہم پر حجت نہیں

(کشف الخداع ص/ ۱۱۹)

ہم عرض کرتے ہیں کہ جناب اس طرح تو آپ اپنے گھر میں سے کسی کا رجوع ثابت نہیں کرسکتے۔"

(الحق المبین کی حقانیت ص/ ۲۹)

نیز پھر مولانا عبد الماجد دریابادی صاحب کے قادیانی کے متعلق مؤقف کو بیان کرنے میں چند صفحات سیاہ کر دیے کہ جی وہ تو قادیانی کی تکفیر کے قائل نہیں اور ان کے متعلق نرم موقف رکھتے تھے جبکہ علما دیوبند ان کا رجوع ثابت کرتے ہیں اور حوالے اپنے گھر کی کتب سے دیتے ہیں، پھر مفتی حماد صاحب کا حوالہ سیف حق رسالہ سے دیا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ تقدیس الوکیل تمہاری کتاب ہے لہذا ہم پہ حجت نہیں۔ پھر علامہ خالد محمود صاحب کا حوالہ دیا جس کا حاصل یہ تھا کہ عام مغالطے انہیں کتابوں سے دور کیے جاتے ہیں۔۔۔۔ان اعتراضات کی صفائی انہیں کتب سے دی جائے جہاں سے اعتراض ہوتا ہے۔(اس سارے کلام کا حاصل یہی ہے کہ رجوع کی وضاحت اپنی کتب سے کی جائے گی۔ از راقم) آخر میں دبے لفظوں یہ بھی کہا کہ ارشد مسعود کا اصول بھی درست ہے۔

(محصلہ الحق المبین کی حقانیت ص/ ۳۰،۲۳)

الجواب:

اول بات تو جس کتاب سے رجوع پیش کرنے کی جناب نے کوشش کی وہاں رجوع کا تذکرہ تک نہیں بلکہ جناب کے نقل کردہ الفاظ کچھ یوں ہیں:

"مگر زمانہ خلافت میں کچھ باتیں ان سے سرزد ہوئیں جن پر اعلی حضرت نے گرفت فرمائی آخر کار وصال سے کچھ پہلے خدام الحرمین کے جلسہ میں علماء بریلی شریک ہوئے اس وقت **حجۃ الاسلام** مولانا حامد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبد الباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ نہ کیا اور ان کے یہاں قیام سے بھی انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو آپ پر اعتراضات کیے ہیں ان باتوں سے رجوع کیجئے۔ چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کوشش سے تحریر دی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرنگی محل گئے دونوں میں مصافحہ و معانقہ ہوا۔ حضرت مولانا حامد رضا خان نے حضرت مولانا عبد الباری کے ہاتھ چومے اس لیے کہ وہ صحابی کی اولاد میں سے ہیں۔ اور

وہیں قیام فرمایا۔ فقیر اس موقع پر موجود تھا۔ اس خوشی میں دار الشفاء سے برفیاں آئیں اور با قاعدہ فاتحہ ہوا اور تقسیم ہوئیں۔

(شمع ہدایت ص92، دیوبندیوں سے لاجواب سوالات ص/726)"

اب اس حوالے سے جناب نے جو رجوع کا جن بر آمد کیا ہے کیا وہ کسی کو نظر آیا ہے یا فقط بریلوی بصارت ہی اسے دیکھ سکتی ہے؟ اس حوالے میں تو یہ بات ہے کہ تحریک خلافت کے موقع پہ عبد الباری اور احمد رضاخان صاحب میں اختلاف ہوا، پھر جلسہ میں جب عبد الباری صاحب تشریف لائے تو حامد رضا نے یہی کہا کہ اعلی حضرت صاحب نے جو آپ پہ اعتراضات کیے ان سے رجوع کریں، اور ناراضی میں ہاتھ تک نہ ملایا۔۔۔۔ پھر رجوع کا کوئی ذکر تک نہیں بس یہ بات کہ حامد رضا پھر خود فرنگی محل گیا اور ملا اور مٹائیاں تقسیم ہو گئیں۔ چلو جی بات تحریک خلافت کے متعلق رجوع و اعتراضات کی ہوئی اس سے بھی رجوع کا ذکر تک نہیں، اور جناب نے اسے حفظ الایمان سے متعلق رجوع شمار کر دیا۔ سبحان اللہ

دوم: ہم نے آپ کے گھر کے اصول سے بات کی تھی کہ فریق مخالف پر اپنی کتب پیش کرنا پاگل پن اور جہالت ہے بلکہ بوکھلاہٹ کی بھی دلیل ہے، اب اس سے عاجز آکر جناب کہتے ہیں اس طرح تو عبد الماجد دریابادی کا بھی رجوع ثابت نہیں ہو سکتا، تو اس پر عرض یہ ہے کہ ان کا رجوع ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں وہ یہاں زیر بحث ہی نہیں بات تو یہاں جناب کے گھر کے اصول کی ہو رہی ہے جبکہ جناب اس اصول سے نتیجے نکال کر ہم پہ تھوپ رہے ہیں۔

او بندہ خدا! اصول تمہارا ہے، بات تمہاری ہے اور اس اصول سے نقد ہم پہ کر رہے ہو، ہوش میں تو ہو؟ یہ حرکت قطعا مناسب نہیں ہے. چنانچہ یہی ارشد مسعود آپ کی کج بحثی کو یوں رد کرتے ہیں:

"ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک اپنے اکابرین کے ملفوظات انتہائی معتبر و مستند ہیں اور وہ انہیں صحبت شیخ کا نعم البدل قرار دیتے ہیں، لہذا موصوف کا احمد علی لاہوری کے ملفوظات کو ہمارے اصول سے غیر معتبر و غیر مستند قرار دینا درست نہیں، اس کی آسان مثال یوں سمجھ لیں کہ سنی شیعہ کے مابین مناظرہ میں سنی بطور الزام شیعہ کتب کا حوالے دے، اور شیعہ اس کا جواب میں یہ کہے کہ آپ ان کتابوں کو جن کا حوالہ دے رہے ہیں معتبر نہیں سمجھے، لہذا استدلال درست نہیں، کیا اس شیعہ کا ایسا کہنا درست ہو گا؟ دیوبندی موصوف کی روش بھی

اسی شیعہ جیسی ہے جب ان کی کتاب پیش کی گئی تو موصوف نے کہہ دیا کہ آپ ملفوظات کو غیر معتبر سمجھتے ہیں۔"

(کشف القناع جلد 3 ص/ ۲۲۲)

پس ہمارے پیش کردہ حوالوں سے معلوم ہوا بریلوی اصول سے فریق مخالف پہ اپنے گھر کی کتاب پیش کرنا درست نہیں ہے۔جب ان کو یہ اصول پیش کیے جاتے ہیں تو بدلے میں ہماری باتیں پیش کرنے لگتے ہیں جیسا کے موصوف نے بھی یہی حرکت کی ہے،ان کی یہ حرکت درست نہیں ہے۔اور موصوف کے پاس ان حوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔لیجئے ارشد صاحب نے ان کی اس حرکت کا قلع قمع کر دیا اور قارئین بھی بخوبی واقف ہو گئے کہ جناب کا عبد الماجد دریابادی صاحب کو پیش کرنا ارشد مسعود کے اس حوالے کی رو سے درست نہیں۔اور موصوف کے پاس ہمارے پیش کردہ حوالاجات کا جواب بھی نہیں.لہذا رجوع ثابت کرنے میں یہ بالکل عاجز رہے۔

رجوع کب ثابت ہو گا

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رجوع سے متعلق بریلوی گھر میں کیا اصول ہے۔چنانچہ حشمت علی رضوی لکھتا ہے:

تو حضرت والا نے مولوی فرنگی محلی کو تار دے دیا کہ تشریف نہ لائے ۔۔۔۔۔لیکن اب بائیس برس بعد پھر ایسے لوگوں کو جن کا نمبر ۴۰ و نمبر ۴۲ و نمبر ۴۵ و نمبر ۶۱ میں تذکرہ ہوا ہے بغیر ان سے تجدید اسلام کرائے بغیر ان سے توبہ صحیحہ شرعیہ کی اشاعت کرائے ہوئے پھر سنی کانفرنس لانا چاہتے ہیں یہ ندویت ہے یا نہیں؟"

(ستر باادب سوالات ص/ 91)

اس بات سے معلوم ہوا کہ تجدید ایمان، توبہ صحیحہ و شرعیہ کروانا لازمی تھی اور اس کی اشاعت بھی کی جاتی تو بات بنتی ، یہاں تو رجوع بھی ثابت نہ ہوا نہ تجدید ایمان و اسلام اور نکاح کا ثبوت نہ ہی توبہ کی اشاعت پہ کوئی دلیل ،بس مٹھائیاں تقسیم ہوئی,ملاقات ہوئی اور رجوع ہو گیا.واہ جناب اصول کیا اور ثبوت کیا؟لہذا یہ کوئی رجوع کا اثبات نہیں۔نیز یہ بات بھی یاد رہے کہ توبہ کیسے کی جائے گی۔

یہی حشمت علی لکھتا ہے کہ:

”اور اسی رسالہ مبارکہ کے صفحہ ۸۰ میں اسی طرح کے اختلافات کی بنا پر علما بدایوں کو یہ شرعی ہدایت فرمائی گئی یہ وجوہ خمس بلاشبہ بالا جماع کم از کم پانچ حکم لازم کرتی ہیں اول تجدید اسلام، دوم جس طرح ان اقوال مردودہ کی اشاعت ہوئی یوہیں ان سے توبہ کی اشاعت، سوم تجدید نکاح، چہارم اعادہ حج ہے کہ اس کا وقت عمر ہے نماز روزے جو گئے کہ ان کا وقت بھی گیا، پنجم تجدید بیعت۔“

(ستر باادب سوالات ص /۳۰،۳۱)

لیجیے اگر رجوع ثابت کرنا ہے تو ان پانچ چیزوں کا پایا جانا شرط ہے ورنہ کوئی رجوع ثابت نہ ہو گا۔ بسم اللہ کیجیے اور اب ان شرائط پہ رجوع ثابت کیجیے۔ جو تحریر پیش کی اس سے رجوع کا جن بر آمد نہیں ہوتا۔ ہاں شاید جنتر مسیر پڑھنے پر بر آمد ہو سکے کوشش کر کے دیکھئے۔

اس کے بعد مؤلف نے مولانا عبد الباری فرنگی کے مؤقف پر دو حوالے پیش کیے ہیں کتاب ”تذکرہ مولانا عبد الباری محلی فرنگی“ سے۔ پہلے حوالہ میں ہے کہ مولانا عبد الباری نے خود حضرت تھانوی اور تقویۃ الایمان کے خلاف فتوی دیا۔ (ص /۲۸۲) اور دوسرا حوالہ میں ہے کہ تقویۃ الایمان میں توہین رسالت کی گئی ہے (ص /۳۱۰) پھر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ علامہ فرنگی صاحب علماء دیوبند کے عقائد و نظریات کو کفر و گستاخی پہ محمول کرتے تھے۔

(محصلہ ص /۳۳)

الجواب:

پہلے حوالہ کی عبارت مؤلف نے ادھوری نقل کی ہے۔ مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

”خود مولانا عبد الباری فرنگی صاحب نے حضرت تھانوی کے خلاف اور شاہ اسماعیل شہید کی تقویۃ الایمان کے خلاف فتوی دیا تھا لیکن ان تمام کے باوجود ان کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں شدت نہیں تھی اور نہ ہی تکفیر و تفسیق کا سلسلہ تھا جیسا کہ بعض دوسرے مکاتب فکر میں اس کا مزاج اور رجحان پایا جاتا ہے۔“

(تذکرہ مولانا عبد الباری فرنگی محلی ص /۲۸۲)

لیجئے مولانا عبد الباری صاحب صرف ان کے خلاف فتوی دیا تھا نہ کہ تکفیر و تفسیق کی تھی جیسا کہ مؤلف کا دعوی ہے۔ اور خلاف سے مراد جناب نے تکفیر لیا ہے جو کہ قطعا غلط ہے، آگے خود عبارت کی وضاحت موجود ہے کہ ان کے یہاں شدت نہیں تھی اور نہ ہی تکفیر و تفسیق کا سلسلہ تھا۔

مؤلف اپنے اس قول کا مصداق خود ہے جو انہوں نے اپنی اسی کتاب میں لکھا ہے کہ:

”ہمارے معاند کے نزدیک نص سے مراد قرآن و حدیث نہیں بلکہ حالات و واقعات ہیں، یہ مذہب دیوبند ہے جس میں نص کا اطلاق حالات و واقعات پہ کیا جاتا ہے۔“

(الحق المبین کی حقانیت ص/۸۷)

اس لئے ہم بھی اس طرح کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ہمارے معاند کے نزدیک خلاف سے مراد تکفیر ہیں، یہ مذہب بریلوی ہے جس میں خلاف کا اطلاق تکفیر پہ کیا جاتا ہے۔

اور دوسرا حوالہ تقویۃ الایمان کا ہے جو زیر بحث نہیں بحث حفظ الایمان کی عبارت پر ہیں۔ بقول ارشد مسعود یہ راہ فرار ہیں، اور خود کے بقول اس پہ تبصرہ کی حاجت نہیں۔ چنانچہ مؤلف اپنی دوسری تصنیف میں لکھتے ہیں:

”اس کے بعد جو پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ ہے تو اس میں آیت زیر بحث کے حوالہ سے گفتگو موجود نہیں، اس لئے اس پہ کسی تبصرہ کی حاجت نہیں“

(کنز الایمان اور مخالفین حصہ دوم ص/۱۱۷)

لہذا یہ خارج مبحث ہے جس پہ کسی تبصرہ کی کوئی حاجت نہیں۔

اسی طرح آگے پھر اسی تذکرہ عبد الباری سے ایک حوالہ پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ مولانا عبد الباری فرنگی علم غیب بعطائے الہی، مختار کل، ذکر مولود، نام اقدس پر انگوٹھا چومنا اور قیام ذکر ولادت کے قائل تھا۔ جبکہ دیوبندی حضرات کے نزدیک یہ شرک و بدعت ہیں۔

پھر آگے کہتا ہے کہ جو تمہارے نزدیک بدعتی اور مشرک ہو اس سے استدلال کرنا درست نہیں۔ اس پر مولانا محمد نافع صاحب کی عبارت پیش کی ہے جو مرزائیوں کو جواب دیتے ہیں کہ شیخ اکبر محی الدین کی عبارات سے

استدلال نہیں کرسکتے اس لئے کہ مرزا غلام احمد نے شیخ اکبر کو ملحد اور زندیق قرار دیا ہے۔ اس لئے جس کو تمہارے ابا ملحد اور زندیق قرار دیں اس کی عبارات سے استدلال تمہارے لئے جائز نہیں۔

پھر آخر میں مؤلف کہتا ہے کہ اس لئے مولوی عبد الباری کو اپنے حق میں پیش کرنا درست نہیں۔ (حاصل کلام یہی ہے کہ جو تمہارے نزدیک بدعتی و مشرک ہو اس کو اپنے حق میں پیش نہیں کرسکتے۔ از راقم)

(محصلہ الحق المبین کی حقانیت ص / ۳۴)

الجواب:

اولاً: ہم نے معرفت کتاب کے حوالے سے نقل کیا تھا کہ اختلاف محض عبارات پر ہیں اس کے علاوہ دیگر مسائل فروعات میں سے ہیں اور اس سے کوئی اہلسنت سے خارج نہیں ہوتا اور بقول کاظمی ان مسائل میں جانبین سے کسی کی تکفیر و تضلیل نہیں کی جاسکتی۔

ثانیاً: مولانا نافع صاحب کا قول اس سلسلہ میں ہے کہ جب وہ تحقیقی طور پر حوالہ پیش کیا جائے جبکہ ہم مولانا عبد الباری کا حوالہ الزامی طور پر پیش کررہے ہیں۔ لہذا مولانا صاحب کا قول ہمارے خلاف نہیں۔ اور نہ مؤلف کا اس ے س استدلال درست ہیں۔ ۱۱

ثالثاً: ارشد مسعود لکھتے ہیں:

> ”اور جس نے اپنے ۹۴ صفحات پر مشتمل رسالہ کی ضخامت کو پورا کرنے کے لئے اپنے پہلا مضمون شامل کرنے اور غیر متعلقہ بحثیں مثلا مسئلہ ذنب، علم غیب، حاضر وناظر وغیرہ چھیڑنے سے بھی گریز کیا۔ کیا اسے تحقیق کہتے ہیں؟“
>
> (دافع ازالۃ الوسواس ص / ۸)

مؤلف نے جو خارج مبحث بات کی ہے تقویۃ الایمان، علم غیب وغیرہ مسائل کو درمیان میں لایا کیا اسے تحقیق کہتے ہیں اور یہ ارشد مسعود کے اصول سے بجز صفحات سیاہ کے اور کچھ نہیں اور اصل بحث سے انحراف کیا ہے۔

(جاری ہے)

طاہر گل دیوبندی قسط:۴

مفتی محمد حسین نیلوی صاحب کے عقائد و نظریات

مسئلہ استشفاع عند قبر النبی ﷺ

جمہور اہل السنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی زندگی میں ان سے دعا کروانا اور اللہ تعالیٰ کی دربار میں سفارشی بنانا جائز تھا آج بھی روضہ اقدس پر جا کر نبی کریم ﷺ کو اللہ کے دربار میں سفارشی بنانا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے چنانچہ مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے بے نظیر تفسیر معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۵۹ پر سورۃ النساء آیت نمبر ۶۴ " **ولو انهم اذ ظلمو انفسهم۔۔۔الخ**"کی تفسیر میں لکھتے ہیں

> "یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضر اسی حکم میں ہے۔"

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے آگے بطور دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بھی نقل کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں

> "حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا اور زار و زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسول کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مفرت ہو جائے گی، اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں اس وقت جو لوگ حاضر تھا ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر رستے آواز آئی **قد غفر لل** یعنی مغفرت کر دی گئی۔(بحر محیط)

(معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۶۰)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل اور دلائل کے لئے تسکین الصدور مصنفہ امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ ملاحظہ فرمائیں۔

نیلوی صاحب کا نظریہ:

نیلوی صاحب کے نزدیک استشفاع عند قبر النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ناجائز، بدعت اور شرک ہے اور اسے مشرکین کا عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں

"قبر پر جا کر صاحب قبر کو پکارنا اور اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کرنے کو کہنا یہ بدعت ہے۔

(مجموعہ رسائل نیلوی جلد ۲ صفحہ ۱۱۳)

دوسری جگہ لکھتے ہیں

"کسی نبی یا ولی کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کو پکار کر کہنا، **یا سیدی فلان ادع الله لی**، اے فلاں بزرگ میرے لئے اللہ سے دعا کر یہ بھی ناجائز اور بدعت ہے۔

(مجموعہ رسائل نیلوی جلد ۲ صفحہ ۳۸)

یہی عبارت نداء حق جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ پر بھی موجود ہے۔

نداء حق کے مقدمہ میں محمد امیر بندیالوی صاحب لکھتے ہیں

"مرنے کے بعد میت اس بات کا محل ہی نہیں رہا کہ اس سے دعا کروائی جائے۔ یہ تو مشرکین کا عقیدہ ہے۔"

(نداء حق جلد ا صفحہ ۲۵،۲۶)

نیلوی صاحب شفاء الصدور میں لکھتے ہیں

"اور علماء سوء بھی ان کو تعلیم دیتے ہیں کہ اگرچہ دور سے نہیں تو قبر کے اوپر جا کر اگر پکارا جائے اور سفارشیں کروائی جائیں اور درخواستیں بھیجی جائیں تو مردے سنتے جانتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ۔ ثم معاذ اللہ تعالیٰ۔ ایسے غلط عقائد اور شرکیہ خیالات اور بدعیہ حرکات و سکنات سے بچائے

اگر اس قسم کے شرع میں جائز ہوتے تو سب سے پہلے صحابہ کرامؓ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار مبارک پر جاکر کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سید الانبیاء علیہم السلام کی قبر مبارک کو ایسے کرتوتوں سے بچا رکھا ہے۔"

(شفاء الصدور صفحہ ۱۰۶ بحوالہ المسلک المنصور صفحہ ۱۹)

محترم محمد عمر صاحب حفظہ اللہ (قسط:۴)

کشف القناع کا تحقیقی جائزہ

شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ اور عرس

شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ نے عرس مقرر کرنے کو بے اصل قرار دیا ہے (دیکھئے **مائة مسائل**)۔ جب مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب نے دفاع اہلسنت میں شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ کا یہ موقف پیش کیا تو ارشد چشتی نے حسب معمول عجیب تاویلات شروع کر دی۔ جناب کا کہنا ہے کہ اس حوالے سے عرس کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوتا لیکن خود ہی مولانا احمد رضا خان بریلوی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ

"مائۃ مسائل مولوی اسحاق دہلوی غلط و مردود مسائل، مخالفات اہل سنت و مخالفات جمہور سے پُر ہے"

(امور عشرین صفحہ 47 بحوالہ کشف القناع ج2 صفحہ 136)

اگر اس حوالے سے عرس کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوتا تو اس کتاب میں غلط مسائل کون سے ہیں؟ تحقیق الحق المبین میں کیوں مسئلہ عرس پر شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ سے اختلاف کیا گیا ہے؟ ارشد چشتی نے آگے مزید بھی شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب کو غلط و مردود ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، جب یہ مسئلہ ٹھیک تھا اور بریلویوں کے خلاف بھی نہیں تھا تو بریلوی حضرات کو کیا مصیبت آپڑی کہ اس کا رد لکھیں؟

بات یہی ہے کہ شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ نے عرس مقرر کرنے کو ناجائز ہی قرار دیا ہے جیسا کہ اس پر ان کی واضح عبارت مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب نے پیش کی ہے۔ شاہ عبد العزیز دہلوی رحمہ اللہ نے فتاویٰ عزیزی میں زیارت قبور کی مشروعیت تو لکھی ہے لیکن عرس کے جواز کا کہیں نام تک نہ لیا بلکہ فتاویٰ عزیزی کے اسی صفحے پر جس کا حوالہ ارشد چشتی نے دیا ہے لکھا ہے کہ اگر لوگ کسی دن کو معین کر کے قبروں کی زیارت کو جائیں اور اس دن نئے لباس لگا کر عید کی طرح خوشیاں منائیں، وہاں جا کر رقص، سجدہ و طواف کریں تو یہ سب حرام و ناجائز بلکہ ان میں بعض حرکات کفر تک لے جاتی ہے (مفہوم فتاویٰ عزیزی صفحہ 38 طبع مجتبائی دہلی) لہٰذا یہاں ارشد چشتی کا فتاویٰ عزیزی کا حوالہ پیش کرنا بیکار ہے۔

نوٹ: بریلوی عالم دین مولانا ظفر القادری بکھروی لکھتے ہیں

”شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے فتویٰ عزیزی میں الحاقات و تحریفات موجود ہیں۔“

اگلے صفحے پر لکھتے ہیں

”لہٰذا اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے فتاویٰ پر کلیتاً اعتماد کرنا صحیح نہیں ہے۔“

(الأحاديث الراوية لمدح الأمير معاوية رضی اللہ عنہ صفحہ 34،33)

شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ اور ان کی کتابیں

ہمارے مد مقابل جناب ارشد چشتی صاحب نے شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ کی دو کتابیں مسائل اربعین و مائۃ مسائل کو مشکوک بنانے کی پوری کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں تقریباً آٹھ صفحات سیاہ کر دئے لیکن موصوف کی یہ ساری کاروائی ضائع ہے کیونکہ ان کتابوں کا انتساب شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ کی طرف ثابت ہے۔ نزہۃ الخواطر ہو، تذکرہ علماء ہند ہو یا حدائق الحنفیہ تمام قدیم تذکرہ نگاروں نے شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ میں ان کتابوں کا انتساب حضرت شاہ صاحب کی طرف کیا ہے۔

مسائل اَربعین کی توثیق

جہاں تک تعلق ہے مسائل اربعین کا تو اس کے مندرجات کی توثیق صاف طور پر شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ نے کی ہے۔ مسائل اربعین کا اردو ترجمہ جب مولانا نظام شاہجہاں پوری نے **تحفۃ المسلمین** نام سے کیا تو اس پر خود شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ نے مہر لگا کر اس کے مندرجات کی تصدیق کر دی۔ چنانچہ یہ مہر **تحفۃ المسلمین** ترجمہ مسائل اربعین طبع شیروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ کے صفحہ 83 پر دیکھی جا سکتی ہے۔

مائۃ مسائل کی توثیق

شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص شیخ محمد محدث تھانوی رحمہ اللہ نے صاف اور واضح طور پر اس کتاب کو اپنے استاد کی کتاب گردانتے ہوئے اس کی توثیق کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

”مائۃ مسائل میں ہمارے استاد محقق مسند آفاق حضرت مولانا اولانا حاجی مولوی محمد اسحاق محدث شاہجہاں آبادی مکی قدس سرہ نے“

(ارشاد محمدی صفحہ 16)

عبد السمیع رامپوری کا مسائل اربعین ومائۃ مسائل پر اعتماد

مولوی احمد رضا خان بریلوی کے یار مولانا عبد السمیع رامپوری نے نہ صرف مسائل اربعین ومائۃ مسائل کا انتساب شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ کی طرف کیا بلکہ ان سے حجت بھی پکڑی، چنانچہ مولانا عبد السمیع رامپوری اپنی کتاب انوار ساطعہ میں جگہ جگہ ان دو کتابوں سے استدلال کرتے نظر آتے ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم صرف ان صفحات کے نمبر دے رہے ہیں جہاں انہوں نے ان دو کتابوں سے استدلال کیا ہے۔

مسائل اَربعین سے استدلال: صفحہ 483،379،284،177 وغیرہ

مائۃ مسائل سے استدلال: صفحہ 505،334،287،285،241،239،150،89،88 وغیرہ

یہ حوالہ جات انوار ساطعہ کے جدید ایڈیشن سے دئے گئے ہیں جو رضوی کتاب گھر دہلی سے شائع ہوئی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس کتاب پر اسی مولوی احمد رضا خان بریلوی کی تقریظ ہے جس نے ان دونوں کتابوں کو غلط و مردود مسائل پر مشتمل قرار دیا ہے۔ اب یہ فیصلہ بریلوی حضرات ہی کر سکتے ہیں کہ مولانا احمد رضا کا موقف اس بارے میں کیا تھا، ہمارے نزدیک تو مولانا احمد رضا خان بریلوی تضادات کا مجموعہ تھے۔ جس کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ کسی مضمون میں کر دی جائے گی۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اور بدعت حسنہ

ہمارے قارئین کو معلوم ہو گا کہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے بدعت حسنہ کا کس بہترین انداز میں رد کیا ہے۔ اپنے مکتوبات میں آپ رحمہ اللہ نے جگہ جگہ بدعت حسنہ سے بیزاری و نفرت کا اعلان کیا ہے، چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"پس بدعت خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سیئہ رفع سنت کو مستلزم ہے"

(اردو ترجمہ مکتبوبات حصہ چہارم دفتر اول مکتوب نمبر 255)

یہی بات جب مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب نے دفاع اہلسنت میں پیش کی تو بریلوی حضرات بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئے، ہمارے مد مقابل جناب ارشد چشتی صاحب جو باطل تاویلات کرنے میں ید طولی رکھتے ہیں بھی اس حوالے سے جان نہ چھڑا سکے اور مجبوراً ان کو بھی لکھنا پڑا کہ:

"حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بدعت کی جو تشریح فرمائی ہے وہ خود دیوبندی موصوف کے بھی خلاف ہے"

(کشف القناع ج2 صفحہ 146)

یعنی بریلویوں کے خلاف تو موصوف تسلیم کر ہی چکے ہیں لیکن ساتھ ساتھ دیوبندیوں کو بھی اس میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے خلاف ہے یا نہیں وہ تو آگے قارئین کو معلوم ہو جائے گا لیکن یہاں بریلوی موصوف کی عاجزی دیکھنے لائق ہے۔ بریلوی حضرات اس بے بسی اور بے عزتی کے باوجود بھی دوسروں پر طعن و تکفیر کے شوقین ہیں، چشتی صاحب کی ہی مثال لیجیے کتنی بار علمی دنیا میں ذلیل ہو چکے ہیں لیکن کشف القناع کی ایک ایک جلد تیار کرتے جا رہے ہیں گویا وہ یوں کہنا چاہتے ہیں کہ

ؔ منا کر جشن اپنی بے بسی کا
اڑاتا ہوں تمسخر زندگی کا

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ پر الزامات کے جوابات

ہمارے مد مقابل جناب ارشد چشتی صاحب نے جوش مخالفت میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے نظرئے کو بھی غلط طور پر پیش کیا ہے، چنانچہ زبان سے نیت کرنے کے بارے میں ارشد چشتی صاحب لکھتے ہیں:

"امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو زبان سے نیت کرنے کو بھی بدعت قرار دیا ہے"

(کشف القناع ج2 ص149)

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اسی صفحے پر وضاحت کی ہے جس کو ارشد چشتی نے نقل نہیں کیا، چنانچہ امام ربانی رحمہ اللہ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کیونکہ زبان سے نیت کے جائز ہونے کی صورت میں اکثر لوگ زبان سے نیت پر ہی کفایت کر بیٹھیں گے۔ اور دل کی غفلت کی کچھ پرواہ نہ کریں گے۔ پس اس ضمن میں نماز کے فرائض میں سے ایک فرض نیت قلبی بھی چھوٹ جاتی ہے۔ اور اس سے نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے۔"

(اردو ترجمہ مکتوبات دفتر اول حصہ سوم مکتوب نمبر 186)

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے آگے وضاحت کر دی تھی کہ وہ کیوں اس کو بدعت کہتے ہیں لیکن ارشد چشتی نے شاید جان بوجھ کر یہ عبارت نقل نہیں کی کیونکہ اس سے قارئین کو چشتی موصوف کا دجل معلوم ہو جاتا۔ زبان سے نیت کے بارے میں مزید تفصیل سے جاننے کے لئے دلیل نماز بجواب حدیث نماز کتاب کا مطالعہ کیجئے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے میت کو عمامہ پہنانے کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ یہ بدعت ہے جس پر ارشد چشتی نے پورا زور لگا کر امام ربانی رحمہ اللہ کو فقہ حنفی کا مخالف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے

(ملخصاً کشف القناع ج2 ص152)

یہ بھی بریلوی مصنف کی کم علمی کی دلیل ہے کیونکہ فقہ حنفی کی کتب میں میت کو عمامہ پہانے کے مکروہ ہونے کو اصح قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ رد المحتار علی الدر المختار میں ہے:

”والاصح انہ تکرہ العمامۃ بکل حال کما فی الزاھدی“

(رد المحتار علی الدر المختار ج1 ص96)

یہی بات البحر الرائق، تنویر الابصار اور دیگر حنفی فقہ کی کتب میں لکھی گئی ہے۔ لہٰذا چشتی صاحب کا امام ربانی رحمہ اللہ کو فقہ حنفی کا دشمن اور مخالف ظاہر کرنا بالکل بیکار ہے۔

بدعت حسنہ اور سیئہ کی حقیقت

ارشد چشتی صاحب نے بدعت حسنہ پر اپنا ایک مضمون بھی شامل کیا ہے تاکہ کسی بہانے کتاب کی ضخامت بڑھ جائے۔ پورے مضمون کا خلاصہ بدعت حسنہ کا جواز ہے۔ ہمارے فریق مخالف نے اگر علماء اہلسنت والجماعت کی کتب کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہوتا تو ان کو کبھی مغالطہ نہ لگتا۔ ہم یہاں امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا فیصلہ کن اقتباس نقل کرنا چاہتے ہیں جس سے بدعت کی تقسیم کی بحث ہی ختم ہو جاتی ہے۔ امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ”بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ لغوی بدعت اور شرعی بدعت۔ لغوی بدعت ہر اس نو ایجاد کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پیدا ہوئی، عام اس سے کہ وہ عبادت ہو یا عادت۔ اور اس کی پانچ قسمیں ہیں واجب، مندوب، حرام، مکروہ، مباح۔ اور شرعی بدعت وہ ہے جو قرون ثلاثہ کے بعد پیدا ہوئی ہو اور اس پر قولاً فعلاً، صراحتاً اور اشارتاً کسی طرح بھی شارع

کی طرف سے اجازت موجود نہ ہو۔ یہی وہ بدعت ہے جس کو بدعت ضلالہ اور بدعت قبیحہ اور بدعت سیئہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔"

(راہ سنت صفحہ 98،99)

معلوم ہوا جس بدعت کے استحسان اور جس کی تقسیم کے علماء قائل ہیں وہ لغوی بدعت ہے اور اہلسنت والجماعت اس کے ہر گز منکر نہیں۔ اس بات کی تائید میں مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے راہ سنت میں اسلاف کی عبارات بھی پیش کی ہیں۔ ہم یہاں اختصار کے پیش نظر صرف ایک صاف اور صریح حوالے پر اس بحث کو ختم کر رہے ہیں۔ امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"**وأما ما وقع فی کلام السلف من استحسان بعض البدع فإنما ذالك فی البدع اللغوية لاالشرعية**

یہ جو اسلاف کی کتب میں بعض بدعتوں کے استحسان کا قول واقع ہوا ہے اس سے مراد لغوی بدعت ہے نہ کہ شرعی"

(جامع العلوم والحکم صفحہ 346)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کا وصیت نامہ

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے اپنے وصیت نامے میں یہ لکھا ہے کہ ان کی وفات کے بعد تیجہ، برسی وغیرہ جیسی دنیاوی رسموں کا انعقاد نہ کیا جائے، یہی بات مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب نے دفاع اہلسنت میں پیش کی تو ارشد چشتی نے اپنی تاویلات کی پوٹلی کھولی اور لکھا:

"حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس وصیت نامہ سے نفس ایصال ثواب کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا"

(کشف القناع ج2ص200)

کوئی ارشد چشتی سے پوچھے کہ نفس ایصال ثواب کا انکار مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب نے کب کیا؟ ہو سکتا ہے ارشد چشتی صاحب اپنے حواریوں سے مدد لے کر یہاں یہ کہہ دے کہ ہمارے نزدیک تم ایصال ثواب کے بھی منکر ہو، لہٰذا ہم یہاں ارشد چشتی صاحب کو یاد دلانا چاہیں گے کہ آپ نے ہی مولانا عباس رضوی صاحب کے مسئلہ ایصال ثواب پر افادات بنام **القول الصواب فی مسئلة ایصال ثواب** مرتب کئے ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ

98،99 اور 100 پر آپ نے خود علماء دیوبند کے حوالہ جات سے ایصال ثواب کا ثبوت دیا ہے۔ اب وہی چشتی قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کے وصیت نامہ میں یہ تاویل کر رہا ہے کہ اس سے نفس ایصال ثواب کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا تو جناب عدم جواز کون ثابت کر رہا ہے ؟
بات تو ان دنوں کے تعین کی ہو رہی ہے جن کو قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے خود دنیاوی رسمیں قرار دے کر ارشد چشتی صاحب کی تمام تاویلات پر پانی پھیر دیا۔

حوالہ دکھاؤ! ایک لاکھ انعام پاؤ!

ارشد چشتی نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی کافی جھوٹ اور تلبیسات سے کام لیا ہے، انہی اکاذیب میں ایک یہ بھی جھوٹ بولا کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ دہلی مناظرہ یار گئے تھے چنانچہ ارشد چشتی نے جلی حروف میں سرخی قائم کی ہے کہ:

"مناظرہ دہلی میں شکست کھانے والے (اسماعیل دہلوی اور بڈھانوی) جواب دیں"

(کشف القناع ج2 صفحہ 201)

یہ موصوف کا صریح جھوٹ ہے کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں مناظرہ ہار گئے تھے۔ خود بریلوی عالم طارق انور مصباحی نے اس پر بریلویوں کی خبر لی ہے اور ایک رسالہ بنام "حوالہ دکھاؤ! ایک لاکھ نعام باؤ!" شائع کیا جس میں مصباحی صاحب نے صاف لکھا ہے کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی میں مناظرہ کیا ہی نہیں ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کیا کہ جو یہ ثابت کر دے گا کہ فضل حق خیر آبادی کا دہلی میں مناظرہ ہوا تھا اس کو ایک لاکھ روپے انعام دئے جائے گے۔ ارشد چشتی صاحب کو چاہیے کہ وہ طارق انور مصباحی بریلوی کے چیلنج کو پورا کریں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

ارشد چشتی صاحب نے مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اور بھی کئی جھوٹ لکھے ہیں جن کی حقیقت جاننے کے لئے مجلہ احوال و آثار کا شمارہ نمبر 20، 21 اور اکمل البیان کا مطالعہ کیجئے۔ ارشد چشتی کی عادت ہے پرانی باتیں بار بار دہرانے کا تاکہ کسی طرح کتاب کے صفحات بڑھ جائے۔

بنا کتاب پڑھے رد کرنا

ارشد چشتی نے مولانا ساجد صاحب کی کتاب پڑھے بغیر ہی رد کرنا شروع کر دیا ہے، اسی لئے چشتی صاحب

نے ان اعتراضات کو بھی دہرایا ہے جن کا جواب مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب نے یا تو پہلی جلد میں ہی آگے چل کر دیا ہے یا دوسری جلد میں دیا ہے۔ مثلاً ارشد چشتی نے جلد دوم کے صفحہ 39 سے 45 تک تحریک خلافت، علامہ اقبال اور مسٹر محمد علی جناح کے حوالے سے وہی پرانے اعتراضات دہرائے ہیں جن کا جواب مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب دفاع اہلسنت جلد دوم میں دے چکے ہیں۔ اسی طرح ارشد چشتی نے صفحہ 295289 تک جو راعی کے استعمال پر بحث کی ہے اس کا جواب بھی مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب نے اپنی کتاب "نواب احمد رضا خان بریلوی حیات، خدمات اور کارنامے" میں دیا ہے۔ صفحہ 500، 501 پر جو مقابیس المجالس سے جان چھڑانے کے لئے تاویلات کی ہے اس کا جواب بھی مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب نے دفاع اہلسنت جلد اول میں دے دیا تھا لیکن موصوف نے کتاب دیکھے بغیر الٹا مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب کو ہی کوسنا شروع کر دیا ہے انہوں نے پھر سے مقابیس کا حوالہ کیوں دیا حالانکہ کشف القناع سے پہلے ہی دفاع اہلسنت لکھی جا چکی تھی اور شائع بھی ہو گئی تھی۔ اس وقت ارشد چشتی کی کتاب کا وجود ہی نہیں تھا لہذا یہ کہنا کہ میں نے جواب دیا تھا تو مقابیس کا حوالہ کیوں پیش کیا پاگل پن اور جہالت کی واضح مثال ہے۔

الغرض یہ سلسلہ یہی نہیں رکتا شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے مسلک اور بریلویوں کے مسلک پر ارشد چشتی نے جو تاویلات کی ہے ان کا جواب بھی مولانا ابو ایوب قادری صاحب نے مجلہ راہ سنت شمارہ نمبر 7 میں دے دیا ہے۔ اسی طرح کے اور بھی کئی مقامات ہیں جہاں ارشد چشتی نے وہی پرانے اعتراضات اور تاویلات کا اعادہ کیا ہے جن کے جوابات علماء اہلسنت والجماعت بار بار دے چکے ہیں۔

بریلوی پاگل پن

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب نے حنیف قریشی کے حوالے سے نقل کیا تھا کہ وہابی لفظ کا عمومی اطلاق جماعت اہل حدیث پر ہوتا ہے (دفاع ج 1 ص 180 ملخصًا)

ارشد چشتی بریلوی نے اس کے نیچے جلی حروف میں * الجواب * تو لکھ دیا لیکن تائید علامہ ساجد صاحب کی ہی کر دی مثلاً ارشد چشتی بریلوی لکھتا ہے کہ:

"زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہابیوں کے دوسرے گروہ یعنی غیر مقلدین پر اس لفظ کا استعمال عام ہو گیا ہے" (کشف القناع ج 2 ص 488)

اس جاہل سے کوئی پوچھے کہ علامہ ساجد صاحب نے بھی تو حنیف قریشی سے یہی نقل کیا تھا تو اس پر ناول نگاری کرنے کی کیا ضرورت تھی!

باقی حنیف قریشی نے سید احمد بریلی کے ماننے والوں کے متعلق کیا لکھا ہے کیا نہیں اس سے ہمارا کوئی نقصان نہیں، علامہ ساجد صاحب نے جو عبارت نقل کی وہ اپنا مطلب واضح کر رہی ہے اور ارشد چشتی بریلوی کو بھی آخر لاچار ہو کر وہی کہنا پڑا جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ مفتی احمد یار خان کے حوالے سے بھی نقل کیا گیا تھا کہ غیر مقلدین کو وہابی کہا جاتا ہے، بریلویوں کی کتاب نجم الرحمٰن سے بھی وہابیوں کی دو اقسام بیان کی گئی تھی

۱_مسلمان وہابی

۲_منافق وہابی

ایسے ہی کاشف اقبال کے بارے میں بھی لکھا گیا تھا کہ اس نے وہابیوں کے بارے میں الگ کتاب لکھی اور دیوبندیوں کے بارے میں الگ، اگر دیوبندی ہی وہابی ہوتے تو وہابیوں کے لئے الگ اور دیوبندیوں کے لئے الگ کتاب لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ (دفاع ج1 ص180، 181 ملخصًا)

اس کے جواب میں ارشد چشتی نے صرف اور صرف دھوکہ دیا ہے کیونکہ علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب نے یہ ثابت کیا تھا کہ بریلویوں کے یہاں بھی اصل وہابی غیر مقلدین ہی ہے لیکن بریلوی حضرات دیوبندیوں کو بدنام کرنے کے لئے اس لفظ کا استعمال ان کے لئے بھی کرتے ہیں اور ارشد چشتی نے بھی پوری عبارت دکھانے کے چکر میں ہمارے اس موقف کی تائید کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"چونکہ غیر مقلدین نے اپنے لئے لفظ وہابی سرکاری طور پر الاٹ کروالیا تھا"

(کشف القناع ج2 ص488)

جب ان کو بھی اقرار ہے کہ اس لفظ کو غیر مقلدین نے اپنے لئے الاٹ کروالیا تھا اور عمومی اطلاق بھی ان پر ہی ہوتا ہے، تو دیوبندیوں کو وہابی کہا کیوں جاتا ہے؟

جی ہاں قارئین! صرف اور صرف ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر۔

ارشد چشتی بریلوی نے احمد یار خان گجراتی کے حوالے سے بھی دیوبندیوں کے لئے "گلابی، وہابی یا دیوبندی" نقل کیا ہے (کشف القناع ج2 ص489)

قارئین دیکھئے ان بریلویوں کی بے شرمی! ہمیں وہابی قرار دینے کے لئے اوراق سیاہ کر دیئے، کیا یہ ہٹ دھرم لوگ گلابی نسبت کی وجہ بتا سکتے ہیں؟

نہیں!

کیوں کہ چاہے گلابی ہو یا وہابی، دیوبندیوں پر ان کا اطلاق صرف ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کیا جاتا ہے نہ کہ تحقیق کی بنیاد پر۔

ارشد چشتی نے کاشف اقبال کی کتابوں کے متعلق بھی لکھا ہے کہ اس کے نزدیک بھی دیوبندی وہابی ہی ہے، صرف انگریزی نام کی رعایت کی گئی وغیرہ وغیرہ (دیکھئے کشف القناع ج2 ص489،490)

یہ موصوف کی صرف ہوائی باتیں ہیں، کاشف اقبال نے اگر ایسا کرنا ہی تھا تو پھر مماتیوں کے لئے الگ کتاب لکھتا، جماعت المسلمین کے لئے الگ، الغرض غیر مقلدین میں موجود فرقوں کے لئے بھی الگ الگ کتابیں لکھتا اور مماتیوں کے لئے بھی الگ لکھتا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک وہابیت الگ ہے اور دیوبندیت الگ اور اگر بالفرض ایک ہو بھی تو اس کی وجہ ہم نے اوپر ذکر کر دی ہے۔

ارشد چشتی کی بے وقوفی

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب نے کہا تھا کہ کسی کے عقائد کو اچھا کہہ دینے سے اس کی طرف نسبت کیسے ضروری ہو سکتی ہے جبکہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ایک دوسرے کی تعریف کرتے ہیں لیکن کوئی ان کی نسبت نہیں بدلتا۔ (دفاع ج1 ص180، 181 ملخصًا)

اس کے جواب میں ارشد چشتی لکھتا ہے کہ ان سب کے عقائد تو اہل سنت جیسے ہی ہیں صرف فروعات میں اختلاف ہے لہٰذا عقائد کی تعریف اور نسبت کا یہاں جوڑ نہیں (مفہوم کشف القناع جلد دوم ص495،496)

یہ بھی موصوف کی صریح جہالت ہے کیونکہ علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب تو یہی کہہ رہے ہیں کہ اگرچہ حنفی، مالکی، شافعی، اور حنبلی ایک دوسرے کی تعریف کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اچھا سمجھتے ہیں لیکن اس سے ان کی نسبت نہیں بدلتی اسی طرح اگر کسی نے وہابیوں کی تعریف کر بھی دی تو اس سے ان کی نسبت وہابیوں کی طرف کیسے کی جا سکتی ہے؟

وہابیوں کے جو عقائد مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے علم میں تھے ان کو عمدہ کہا گیا ہے، بریلویوں سے کہا گیا تھا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں وضاحت نہیں کہ کن عقائد کو عمدہ کہا گیا ہے اس کے جواب میں مظفری ٹیم نے کشف القناع جلد دوم صفحہ 491 سے 495 تک مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی کتاب الشہاب الثاقب کے حوالے دیئے ہیں کہ وہابیوں کے ایسے ایسے عقائد ہیں۔

جواباً عرض ہے کہ بریلویوں سے مطالبہ تھا فتاویٰ رشیدیہ سے عقائد کی وضاحت دکھادے اور وہ الشہاب الثاقب سے دکھارہے ہیں؟ سوال گندم جواب چنا

رہی مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے موقف کی تو اس بارے میں مولانا منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب "شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستان کے علماء حق" دیکھی جاسکتی ہے یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ اور نا ہی ہم مظفری ٹیم کی طرح خلط مبحث کرنے کے عادی ہیں۔

تجلیات انوار المعین

ارشد چشتی بریلوی نے یہ کہہ کر جان چھڑائی ہے کہ تجلیات انوار المعین کے مصنف نے رجوع کر لیا تھا (کشف القناع ج1 ص352 / ج2 ص498،499)

جناب نے اس کے ثبوت کے لئے اپنے گھر کا ہی حوالہ دیا ہے اور اپنے ہی اس اصول کا خون کیا ہے:

> "میدانِ مناظرہ میں یا تو مسلم بین الفریقین دلائل سے استدلال کیا جاتا ہے یا مسلماتِ خصم کو دلیل بنایا جاتا ہے۔ مگر یہ دیوبندی (بریلوی_ از ناقل) موصوف اتنے جاہل اور بے عقل ہیں کہ دلیل کے طور پر اپنی ہی کتابیں پیش کرتے ہیں۔ اگر انہیں اپنی کتابیں ہی پیش کرنا منظور تھا تو یہ کتاب لکھنے کی انہیں کیا ضرورت!!!"
>
> (کشف القناع ج1 ص176)

لیجئے چشتی صاحب! علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب کے دلائل سے آپ کے اس قدر ہوش اڑ گئے ہیں کہ آپ کو اپنی لکھی باتیں بھی یاد نہیں رہتی!

دروغ گو را حافظہ نباشد

وہابی بریلویوں کے اپنے

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب نے بریلویوں کی کتاب سے ثابت کیا تھا کہ جن وہابیوں کو بریلوی دن رات گالیاں دیتے ہیں ان کو احمد رضا خان اپنی اولاد کی طرح سمجھتا تھا (دفاع ج 1 ص 183 ملخصًا)

اس کے جواب میں ارشد چشتی بریلوی نے بات کو گول مول کر کے آخر وہی بات کہہ دی جو احمد رضا نے کہی تھی، ملاحظہ فرمائیں

"وہابی بھی سنیوں کی ہی بگڑی ہوئیں اولادوں میں سے تھے" (کشف القناع ج 2 ص 500)

دیکھئے قارئین! ارشد چشتی صاحب نے بھی وہابیوں کو اپنا مان لیا اگرچہ بگڑا ہی مان لیا....!

مقابیس المجالس

ارشد چشتی بریلوی نے مقابیس المجالس نامی کتاب کو بھی اپنے زعم میں غیر معتبر کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی ہے (دیکھئے کشف القناع ج 2 ص 501،500)

موصوف کے لئے یہ سب فائدہ مند نہیں کیوں کہ عبد الحکیم شرف قادری بریلوی نے اس کتاب کو معتبر مانتے ہوئے لکھا ہے کہ

"مسلک توحید اور اعتقادی مسائل پر بہترین کتاب" (تذکرہ اکابر اہلسنت ص. 323)

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

وہابی کون؟

اب ہم قارئین کو دکھاتے ہیں کہ وہابی کون ہے ملاحظہ فرمائیں

بریلویوں کی "تنظیم انجمن تحفظ ایمان بریلی" کی طرف سے ایک رسالہ بنام "دعوت اسلامی کے قدم وہابیت کی جانب کیوں؟" شائع کیا گیا ہے جس میں دعوت اسلامی والوں پر خوب رد کیا گیا ہے، اسی میں لکھا ہے:

"کیا آپ خیال کریں گے کہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے والی، صلاۃ و سلام، ذکرِ اعلیٰ حضرت، عمامہ اور نعت خوانی کو اپنی پہچان بنانے والی اور سنیوں کے پرچار کا دعویٰ کرنے والی کسی جماعت کے قدم بھی وہابیت کی جانب اٹھ سکتے ہیں؟

نہیں آپ کو اس کا یقین نہیں آئے گا اور آنا بھی نہیں چاہئے۔ کیونکہ جب کوئی پیر بھائی بن کر آپ کو گلے لگا رہا ہو اور مذکورہ ظاہری اعمال کا پیکر بنا ہوا ہو اور کچھ علمائے کرام تحقیق کیے بنا اس کی حمایت میں کھڑے ہو گئے ہوں تو بے اعتمادی اور شکوک و شبہات کی کوئی وجہ نہیں اور اسی طرح یہ یقین کرنا کس قدر مشکل اور تکلیف دہ ہو گا کہ مسلک اہلسنت کی علم بردار دکھائی دینے والی تحریک دعوت اسلامی کے قدم وہابیت کی جانب اٹھ ہی نہیں رہے ہیں بلکہ اٹھ چکے ہیں اور دعوت اسلامی کے مذکورہ اعمال سے سجے خوبصورت ڈبہ کے اندر وہابیت کی گندگی بھری ہوئی ہے۔ (دعوت اسلامی کے قدم وہابیت کی جانب کیوں؟ صفحہ:۱)

امید کرتا ہوں یہ دیکھ کر ارشد چشتی اور اس کے مددگاروں کی طبیعت صاف ہو گئی ہو گی۔

(جاری)

محترم محمد نعمان خلیل صاحب طالب الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ تعالی عنہ اور سریہ بنو اسد

حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ تعالی کے مختصر حالات:[1]

عبد اللہ بن عبد الأسد المخزومی القرشی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپی زاد بھائی، برۃ بنت عبد المطلب کے فرزند، قدیم الاسلام، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے (کیوں کہ ثویبہ نے جو ابو لہب کی باندھی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ رضی اللہ تعالی کو دودھ پلایا تھا)، آپ رضی اللہ تعالی عنہ حبشہ و مدینہ کے سب پہلے مہاجر، غزوہ عشیراء کے موقع پر مدینہ میں نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب سنبھالنے والے، اور سریہ بنو اسد کے امیر و قائد تھے، جمادی الاخری سن 4 ہجری کو غزوہ احد میں لگنے والا زخم جاری ہوا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالی عنہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی نے آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ روز قیامت سب سے پہلے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال حاصل کرنے والے ابو سلمہ ہوں گے۔[2]

ممتاز خصوصیات:

اعلی نسب:

قریشی حضرات زمانہ جاہلیت سے ہی سیادت و قیادت کی بلند چوٹی پر فائز رہے ہیں، خلافت کا اولین مستحق بھی انہیں بتایا گیا ہے؛ کیوں کہ ارشاد گرامی ہے "**إن هذا الأمر في قريش...الخ**"[3] کہ امارت و خلافت کا سلسلہ قریش میں ہی رہے گا۔

قرابت داری:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے دو رشتے تھے، ایک رضاعت، اور دوسرا پھوپھی زاد ہونا، قرابت داری اسلام میں اگرچہ قیادت و نیابت کی مستقل دلیل نہیں، مگر وجہ ترجیح ضرور ہے، بالخصوص جب سیادت و قیادت کی صفات بھی پائی جاتی ہوں۔

جہادی بصیرت، اور جنگی انتظامات میں مہارت:

جس کا مظہر اس سریہ میں ہوتا ہے، جس کے آپ امیر تھے۔

رعایا سے پہلے میدان میں کودنے کی ہمت وحوصلہ:

اسلام کے ابتدائی دور میں جو اہم کام ہوئے اس میں سب سے پہلے آپ نظر آتے ہیں، ہجرتِ حبشہ ہو، یا ہجرتِ مدینہ، جس کے قدم سب سے پہلے بڑھے، وہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات مبارکہ ہے، اسی طرح غزوہ بدر واحد میں بھی اولین شہسواروں میں تھے، شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی نے آپ رضی اللہ تعالی عنہ کو سب سے پہلے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملنے کی بشارت سنایا کرتے تھے۔

سریہ بنو اسد، اور دروس وعبر:

تیسری ہجری کے اواخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ "طلیحہ اور سلمہ" جو اپنی قوم کے نام نہاد سردار بنے ہوئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کا منصوبہ بنا رہے ہیں، ان کے سد باب کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "ڈیڑھ سو" نفوس پر مشتمل صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کی ایک جماعت قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ کی طرف روانہ کی، جس کا امیر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کو مقرر کیا، لشکر کی روانگی سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر لشکر کو جنگی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

> "مسلسل، کہیں رکے بغیر، سرزمین بنو اسد کے رخ پر چلتے رہو، اور دشمن کے لشکر سے مقابلے کرنے سے قبل ہی ان پر حملہ کر دو"۔

چنانچہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے غیر معروف راستہ اختیار کیا، اور جاسوسوں کی خبر گیری سے محفوظ ہو کر، برق رفتاری سے چلتے ہوئے، جلد ہی وادی عدو جا پہنچے، اور ان کی چراگاہ پر حملہ کر دیا، مویشیوں پر قبضہ کر لیا گیا، یہ حملہ اتنا اچانک اور دہشت والا تھا کہ وہاں سے فرار ہونے والے افراد اپنے لشکر کو ڈرانے لگے، اللہ تعالی نے اہل لشکر کے قلوب میں مسلمانوں کا رعب ودبدبہ ڈال دیا، اور ہر شخص اپنے رخ پر بھاگنے لگا، دشمن کے بکھر جانے کے بعد امیر لشکر نے لشکر کو تین حصوں پر تقسیم کر کے اطراف میں پھیلا دیا، چند ہی لمحوں کے بعد، تینوں جماعتیں ڈھیر سارا مالِ غنیمت لے کر واپس ہوئیں، اور دشمن کا ایک فرد بھی ان سے مقابلہ نہ کر سکا۔[4]

دروس و عبر:

- زیرِ تذکرہ واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی بصیرت کا شاندار مظاہرہ ہوتا ہے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اہل لشکر سے مقابلہ ہونے سے قبل ہی ان پر حملہ کر دینا۔ اس میں یہ حکمت تھی کہ یہ ایک غیر متوقع حملہ ہو گا۔ اور یہاں چند افراد ہی سے مقابلہ کرنا پڑے گا، جس سے شکست خوردہ افراد لشکر میں جا کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بہادری، اور غیر متوقع آمد کا خوف ناک انداز میں تذکرہ کریں گے، جس سے دشمن بکھر جائے گا، اور ان کے دلوں میں دہشت و بزدلی پھیل جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
- دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ قتل و قتال کم کرنا پڑا، اور مقصد حاصل ہو گیا، اگر براہِ راست لشکر سے مقابلہ ہوتا تو جانبین سے زیادہ خون بہنا یقینی ہوتا، اور اسلامی جہاد کا مطمح نظر زیادہ خون بہانا ہے، اور نہ ہی زیادہ خون دینا ہے، بلکہ برے عناصر کو ختم کر کے سلیم العقل لوگوں تک دعوت پہنچانا، اور انسانیت کو اسلامی قلمرو میں داخل کرنا ہے۔
- تیسرا سبق یہ بھی ملتا ہے، کہ دشمن کے کمزور پہلوؤں پر حملہ کرنا زیادہ مؤثر ہوتا ہے، اور چونکہ کافر کا پورا بھروسہ اپنے اسباب، اور مال و دولت پر ہوتا ہے، جب اسی پر قبضہ کر لیا گیا تو ان کی ہمت وہیں پست ہو گئی۔
- دوسری طرف اس واقعہ میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگی لیاقت و اہلیت کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت و ہدایت پر مکمل طور پر عمل کرتے ہوئے، غیر معروف راستہ اختیار کرتے ہیں، اور جاسوسوں کو **چقمہ** دیتے ہوئے، دشمن کے سر پر جا پہنچ جاتے ہیں۔

المراجع والمصادر

(۱) حالات کے لیے ملاحظہ کیجیے! معرفة الصحابة للأصفهانی 177/3، والإستیعاب لابن عبد البر ص:470، وصفة الصفوة لابن الجوزی 166/1، وأسد الغابة لابن الأثیر الجزری 386/5، والإصابة فی تمییز الصحابة لابن حجر 134/6.

(۲) الأوائل لابن أبی العاصم، ص:82، رقم الحدیث:82، دار الخلفاء للکتاب الإسلامی.

(۳) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قریش، 179/4، رقم الحدیث:3500، دار طوق النجاة، 1422ھ

(۴) طبقات ابن سعد، سریة أبی سلمة بن عبد الأسد المخزومی، 50/2، دار صادر۔ بیروت.